سوموار 8/ اگست 2022ء | 10/ محرم 1444 ہجری قمری | 10/ ظہور 1401 ہجری شمسی | جلد: 4 | شمارہ: 164

ارشادِ باری تعالیٰ

یَسۡـَٔلُوۡنَکَ عَنِ الشَّہۡرِ الۡحَرَامِ قِتَالٍ فِیۡہِ ؕ قُلۡ قِتَالٌ فِیۡہِ کَبِیۡرٌ ؕ وَصَدٌّ عَنۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ وَکُفۡرٌۢ بِہٖ وَالۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ ٭ وَاِخۡرَاجُ اَہۡلِہٖ مِنۡہُ اَکۡبَرُ عِنۡدَ اللّٰہِ ۚ وَالۡفِتۡنَۃُ اَکۡبَرُ مِنَ الۡقَتۡلِ ؕ وَلَا یَزَالُوۡنَ یُقَاتِلُوۡنَکُمۡ حَتّٰی یَرُدُّوۡکُمۡ عَنۡ دِیۡنِکُمۡ اِنِ اسۡتَطَاعُوۡا ؕ وَمَنۡ یَّرۡتَدِدۡ مِنۡکُمۡ عَنۡ دِیۡنِہٖ فَیَمُتۡ وَہُوَ کَافِرٌ فَاُولٰٓئِکَ حَبِطَتۡ اَعۡمَالُہُمۡ فِی الدُّنۡیَا وَالۡاٰخِرَۃِ ۚ وَاُولٰٓئِکَ اَصۡحٰبُ النَّارِ ۚ ہُمۡ فِیۡہَا خٰلِدُوۡنَ ﴿۲۱۸﴾

(البقرہ: 218)

ترجمہ: وہ تجھ سے عزت والے مہینے یعنی اس میں قتال کے بارہ میں سوال کرتے ہیں۔ (ان سے) کہہ دے کہ اس میں قتال بہت بڑا (گناہ) ہے۔ اور اللہ کی راہ سے روکنا اور اس کا انکار کرنا اور مسجدِ حرام سے روکنا اور ان لوگوں کو وہاں سے نکال دینا جو اس کے (حقیقی) اہل ہیں خدا کے نزدیک اس سے بھی بڑا (گناہ) ہے۔ اور فتنہ قتل سے بھی بڑھ کر ہے۔ اور وہ لوگ تم سے ہمیشہ جنگ کرتے رہیں گے یہاں تک کہ اگر اُن میں طاقت ہو تو تمہیں تمہارے دین سے برگشتہ کر دیں۔ اور تم میں سے جو بھی اپنے دین سے برگشتہ ہو جائے پھر اس حال میں مرے کہ وہ کافر ہو تو یہی وہ لوگ ہیں جن کے اعمال دنیا میں بھی ضائع ہو گئے اور آخرت میں بھی۔ اور یہی وہ لوگ ہیں جو آگ والے ہیں۔ اُس میں وہ بہت لمبا عرصہ رہنے والے ہیں۔

فرمانِ رسولؐ

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے اپنے دونوں نواسوں کے بارہ میں فرمایا تھا کہ

هُمَا رَيْحَانَتَاىَ مِنَ الدُّنْيَا

(صحیح البخاری کتاب فضائل أصحاب النبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ باب مَنَاقِبُ الْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ حدیث 3753)

وہ دنیا میں میرے دو پھول ہیں۔

فرمانِ خلیفہ وقت

محرّم کا مہینہ جس کے پہلے عشرے سے ہم گزر رہے ہیں، اس میں آج سے چودہ سو سال پہلے دس تاریخ کو ظالموں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس پیارے کو شہید کیا تھا جس کی داستان سن کر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ ان ظالموں کو یہ خیال نہ آیا کہ کس ہستی پر ہم تلوار اٹھانے جا رہے ہیں۔ لیکن جیسا کہ مَیں نے کہا جب ایمان مفقود ہو جائے تو پھر سب جذبات اور احساسات مٹ جاتے ہیں۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کا خوف ہی ختم ہو جاتا ہے۔ اور جب اللہ تعالیٰ کا خوف ختم ہو جائے تو پھر اس سے کیا فرق پڑتا ہے کہ کس بندے کا خدا تعالیٰ کی نظر میں یا اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں کیا مقام ہے؟ حضرت امام حسینؓ کی شہادت کس طرح ہوئی اور اس کے بعد آپ کی نعشِ مبارک سے کیا سلوک کیا گیا؟ یہ واقعہ سُن کر انسان اس یقین پر قائم ہو جاتا ہے کہ شاید ظاہر میں تو وہ لوگ کلمہ پڑھتے ہوں لیکن حقیقت میں انہیں خدا تعالیٰ کی ذات پر یقین نہیں تھا... آپؐ نے تو کفار سے بھی عفو اور نرمی کا سلوک فرمایا...

(ماخوذ از المستدرک للحاکم کتاب معرفة الصحابہ ومن مناقب الحسن والحسین ابنی بنت رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حدیث: 4838)

(خطبہ جمعہ فرمودہ 10/ دسمبر 2010ء بحوالہ الاسلام ویب سائٹ)

حضرت سلطان القلمؑ کے رشحاتِ قلم

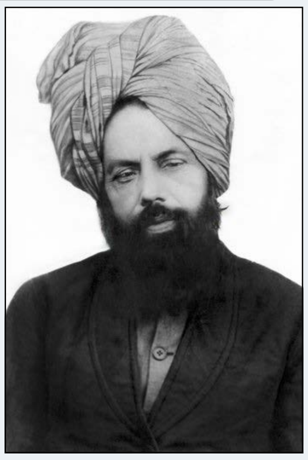

- ’’امام حسینؓ کو دیکھو کہ ان پر کیسی کیسی تکلیفیں آئیں۔ آخری وقت میں جو ان کو ابتلاء آیا تھا کتنا خوفناک ہے۔ لکھا ہے کہ اس وقت ان کی عمر ستاون برس کی تھی اور کچھ آدمی ان کے ساتھ تھے۔ جب سولہ یا سترہ آدمی ان کے مارے گئے اور ہر طرح کی گھبراہٹ اور لاچاری کا سامنا ہوا تو پھر ان پر پانی کا پینا بند کر دیا گیا۔ اور ایسا اندھیر مچایا گیا کہ عورتوں اور بچوں پر بھی حملے کئے گئے اور لوگ بول اٹھے کہ اس وقت عربوں کی حمیت اور غیرت ذرا بھی باقی نہیں رہی۔ اب دیکھو کہ عورتوں اور بچوں تک بھی ان کے قتل کئے گئے اور یہ سب کچھ درجہ دینے کے لئے تھا۔‘‘

(ملفوظات جلد 5 صفحہ 336 ایڈیشن 1988ء)

- ’’مجھے اطلاع ملی ہے کہ بعض نادان آدمی جو اپنے تئیں میری جماعت کی طرف منسوب کرتے ہیں، حضرت امام حسینؓ کی نسبت یہ کلمات منہ پر لاتے ہیں کہ نعوذ باللہ حسین بوجہ اس کے کہ اُس نے خلیفہ وقت یعنی یزید سے بیعت نہیں کی، باغی تھا اور یزید حق پر تھا۔ لَعۡنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الۡکَاذِبِیۡنَ۔ مجھے امید نہیں کہ میری جماعت کے کسی راستباز کے مُنہ اسے ایسے خبیث الفاظ نکلے ہوں... بہر حال مَیں اس اشتہار کے ذریعہ سے اپنی جماعت کو اطلاع دیتا ہوں کہ ہم اعتقاد رکھتے ہیں کہ یزید ایک ناپاک طبع دُنیا کا کیڑا اور ظالم تھا اور جن معنوں کی رو سے کسی کو مومن کہا جاتا ہے وہ معنے اس میں موجود نہ تھے۔ مومن بننا کوئی امر سہل نہیں ہے... دُنیا کی محبت نے اس کو اندھا کر دیا تھا۔ مگر حسین رضی اللہ عنہ طاہر مطہّر تھا اور بلاشبہ وہ اُن برگزیدوں میں سے ہے جن کو خدا تعالیٰ اپنے ہاتھ سے صاف کرتا اور اپنی محبت سے معمور کر دیتا ہے اور بلاشبہ وہ سردارانِ بہشت میں سے ہے اور ایک ذرّہ کینہ رکھنا اس سے موجب سلبِ ایمان ہے اور اس امام کی تقویٰ اور محبت الٰہی اور صبر اور استقامت اور زہد اور عبادت ہمارے لئے اسوہ حسنہ ہے اور ہم اس معصوم کی ہدایت کے اقتداء کرنے والے ہیں جو اس کو ملی تھی۔ تباہ ہو گیا وہ دل جو اس کا دشمن ہے اور کامیاب ہو گیا وہ دل جو عملی رنگ میں اس کی محبت ظاہر کرتا ہے... غرض یہ امر نہایت درجہ کی شقاوت اور بے ایمانی میں داخل ہے کہ حسین رضی اللہ عنہ کی تحقیر کی جائے اور جو شخص حسینؓ یا کسی بزرگ کی جو آئمہ مطہرین میں سے ہے تحقیر کرتا ہے یا کوئی کلمہ استخفاف کا اس کی نسبت اپنی زبان پر لاتا ہے وہ اپنے ایمان کو ضائع کرتا ہے کیونکہ اللہ جلّشانہ اس شخص کا دشمن ہو جاتا ہے جو اس کے برگزیدوں اور پیاروں کا دشمن ہے‘‘

(مجموعہ اشتہارات جلد سوم صفحہ 544-546 ایڈیشن 1989ء)

اس شمارہ میں

- آریوں کو دعوتِ حق (منظوم)
- خلاصہ خطبہ جمعہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ
- خطبہ جمعہ فرمودہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ
- اصحاب رسولؐ بحیثیت انصار اللہ
- فَمِنۡہُمۡ مَّنۡ قَضٰی نَحۡبَہٗ کی زندہ جاوید مثالیں
- ذیلی تنظیموں کے لئے خلفائے کرام کی مساعی
- مجلس انصار اللہ کی بنیادی ذمہ داری

انصار اللہ کا عہد

اَشۡہَدُ اَنۡ لَّاۤ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحۡدَہٗ لَا شَرِیۡکَ لَہٗ وَاَشۡہَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبۡدُہٗ وَرَسُوۡلُہٗ

میں اقرار کرتا ہوں کہ اسلام احمدیت کی مضبوطی اور اشاعت اور نظامِ خلافت کی حفاظت کے لئے ان شاء اللہ تعالیٰ آخر دم تک جدوجہد کرتا رہوں گا اور اس کے لئے بڑی سے بڑی قربانی پیش کرنے کے لئے ہمیشہ تیار رہوں گا نیز میں اپنی اولاد کو بھی ہمیشہ خلافت سے وابستہ رہنے کی تلقین کرتا رہوں گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ

دربارِ خلافت

بعض افریقن غیر از جماعت معزز مہمانوں کے دلی جذبات جو جلسہ میں شامل تھے

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

ایک دامیبا بیاتریس صاحبہ (Damiba Beatrice) ہیں جو بورکینا فاسو سے جلسہ میں شامل ہوئیں اور بورکینا فاسو پرنٹ میڈیا، الیکٹرانک میڈیا کے لئے ہائر اتھارٹی کمیشن کی صدر ہیں۔ دو دفعہ ملک کی فیڈرل منسٹر رہ چکی ہیں۔ اس کے علاوہ اٹلی اور آسٹریا میں چودہ سال تک بورکینا فاسو کی سفیر بھی رہ چکی ہیں۔ نیز یو این او میں بھی اپنے ملک کی نمائندگی کر چکی ہیں۔ یہ کہتی ہیں کہ اس جلسہ میں شمولیت میرے لئے زندگی میں اپنی نوعیت کا پہلا واقعہ ہے۔ میں یو این او میں بھی اپنے ملک کی نمائندگی کر چکی ہوں جہاں میں نے کئی ملکوں کے نمائندے دیکھے ہیں مگر اس جلسہ میں بھی اسّی سے زائد ملکوں کے نمائندے شامل تھے اور سب ایک لڑی میں پروئے ہوئے تھے۔موتیوں کی مالا نظر آتے تھے۔ مجھے کوئی شخص کالا، گورا یا انگلش یا فرنچ نظر نہ آیا بلکہ ہر احمدی مسلمان بغیر رنگ و نسل کے امتیاز کے اپنے خلیفہ کا عاشق ہی نظر آیا۔ پھر کہتی ہیں کہ سب سے زیادہ جس بات سے میں متاثر ہوئی وہ یہ تھی کہ ہر شخص خدا کی خاطر ایک commitment کے ساتھ اس جلسہ میں شامل ہوا تھا۔ یوں لگتا تھا کہ سارے ہی مہمان ہیں اور سارے ہی میزبان ہیں۔مرد، عورتیں، بڑا، چھوٹا غرضیکہ ہر شخص میزبانی کے لئے حاضر تھا اور ان کی محبت دکھاوے کے لئے نہ تھی بلکہ دل کی گہرائیوں سے تھی۔ پھر کہتی ہیں کہ عورتوں کو مردوں سے الگ تھلگ ایک جگہ دیکھنا میرے لئے باعث حیرت تھا اور مجھے یوں لگا کہ شاید یہاں بھی عورتوں سے دوسرے مسلمانوں کی طرح سلوک کیا جاتا ہے۔ لیکن جب میں ان عورتوں کے ساتھ رہی تو کچھ ہی دیر میں میرا یہ تأثر بدل گیا۔ میں نے دیکھا کہ فوٹو اتارنے والی بھی عورت تھی، کیمرے پر بھی عورت تھی، استقبال پر بھی عورتیں تھیں، کھانا تقسیم کرنے والی بھی عورتیں تھیں، غرضیکہ ہر کام عورتیں ہی کر رہی تھیں اور یہ سچ ہے کہ عورت کا پردہ ہرگز اُس کی آزادی کو ختم نہیں کرتا۔ اگر کسی کو اس کا یقین نہ آئے تو احمدیوں کے ہاں آ کر دیکھ لے۔

پھر کہتی ہیں کہ جب مَیں امام جماعت احمدیہ کے دفتر میں گئی تو حیران تھی کہ اتنا چھوٹا سا دفتر بھی دنیا کا محور ہو سکتا ہے۔ پھر کہتی ہیں مجھے مردوں کی مارکی میں بیٹھ کر بھی امام جماعت احمدیہ کا خطاب سننے کا موقع ملا اور جب وہ آتے تو سب لوگوں کا سکون اور بڑے ادب سے کھڑے رہنے کا منظر ایسا تھا کہ بیان نہیں کر سکتی۔ میں نے ایسا تو کبھی کسی ملک کے صدر کے لئے بھی نہیں دیکھا۔

پھر کہتی ہیں کہ ان کے خطاب کے دوران ہزاروں افراد جن میں بچے، بوڑھے اور جوان سب شامل تھے، اتنی خاموشی سے اُن کا بیٹھنا ایک ایسا منظر تھا کہ معلوم ہوتا تھا کہ یہاں انسان نہیں بلکہ شاید انسان نما پتلے بیٹھے ہیں۔ یہ سب عزت و احترام اور ادب میری زندگی کا ایک انوکھا تجربہ تھا۔

پھر سیرالیون سے وزیرِ داخلہ اور امیگریشن جے بی داؤدا صاحب شامل ہوئے۔ کہتے ہیں مختلف شعبوں کا منسٹر ہونے کی وجہ سے ساری دنیا میں سفر کرتا رہا ہوں اور بڑی بڑی کانفرنسوں میں شرکت کرتا ہوں لیکن آج تک ایسی شاندار کانفرنس کبھی نہیں دیکھی جہاں محبت، پیار، بھائی چارا اور روحانیت نمایاں تھی۔

پھر سیرالیون کی ایک مہمان خاتون آنریبل جسٹس موسیٰ دیمبو ہیں۔ یہ ہائی کورٹ کی چیف جسٹس ہیں۔ یہ بھی جلسہ میں شامل ہوئی تھیں۔ کہتی ہیں کہ جلسہ بہت اچھے طریقے سے آرگنائز کیا گیا جس میں ہر شعبہ بشمول مہمان نوازی، ٹرانسپورٹ، سیکیورٹی، کمیونیکیشن وغیرہ نے عمدہ طور پر اپنے فرائض ادا کئے۔ یہ جلسہ مختلف ثقافتوں اور سماجوں کے درمیان فاصلہ کم کرنے کے لئے انتہائی اہم فورم ہے۔ ایک دوسرے کے ساتھ integration کرنے کے لئے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ اصول وضع فرما دیا ہے کہ اسلام میں ہر ایک بھائی بھائی ہے۔ تمام مقررین نے بہترین انداز میں تقاریر کیں جس کی وجہ سے سارے جلسے کے دوران earphone کان سے نہیں اترا۔ کہتی ہیں کہ جلسہ کے دوران لوگ بے لوث ہو کر ایک دوسرے پر فدا ہو رہے تھے۔مہمان نوازی کا کوئی جواب نہیں تھا۔صرف خدمت ہی نہیں کی جا رہی تھی بلکہ واضح طور پر محسوس ہوتا تھا کہ آپ کو انتہائی عزت و احترام کے ساتھ رکھا جا رہا ہے۔ پھر کہتی ہیں کہ کام کرنے والے تمام افراد اپنے چہرے پر مسکراہٹ لئے ہوئے تھے جس میں احمدیت کے موٹو ’’محبت سب کے لئے، نفرت کسی سے نہیں‘‘ کی صحیح معنوں میں عکاسی ہوتی تھی۔

(خطبہ جمعہ 6/ ستمبر 2013ء بحوالہ الاسلام ویب سائٹ)

آریوں کو دعوتِ حق

(کلام حضرت مسیح موعودؑ)

اے آریہ سماج پھنسو مت عذاب میں
کیوں مبتلا ہو یارو خیالِ خراب میں

اے قوم آریہ تیرے دل کو یہ کیا ہوا
تو جاگتی ہے یا تیری باتیں ہیں خواب میں

کیا وہ خدا جو ہے تیری جاں کا خدا نہیں
ایماں کی بُو نہیں ترے ایسے جواب میں

گر عاشقوں کی روح نہیں اُس کے ہاتھ سے
پھر غیر کے لئے ہیں وہ کیوں اضطراب میں

گر وہ الگ ہے ایسا کہ چھو بھی نہیں گیا
پھر کس نے لکھ دیا ہے وہ دل کی کتاب میں

جس سوز میں ہیں اُس کے لئے عاشقوں کے دل
اتنا تو ہم نے سوز نہ دیکھا کباب میں

جامِ وصال دیتا ہے اُس کو جو مر چکا
کچھ بھی نہیں ہے فرق یہاں شیخ و شاب میں

ملتا ہے وہ اُسی کو جو وہ خاک میں ملا
ظاہر کی قِیل و قال بھلا کس حساب میں

ہوتا ہے وہ اُسی کا جو اُس کا ہی ہوگیا
ہے اُس کی گود میں جو گرا اُس جناب میں

درثمین صفحہ 66-67

خلاصہ خطبہ جمعہ

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ 5/ اگست 2022ء بمقام حدیقۃ المہدی، آلٹن، ہمپشئر یو کے

ہر یک صاحب جو اِس للّٰہی جلسہ کے لئے سفر اختیار کریں خدا تعالیٰ اُن کے ساتھ ہو اور اُن کو اجر عظیم بخشے اور اُن پر رحم کرے اور اُن کی مشکلات اور اضطراب کے حالات اُن پر آسان کر دیوے اور اُن کے ہم و غم دُور فرمائے اور اُن کو ہر یک تکلیف سے مخلصی عنایت کرے اور اُن کی مرادات کی راہیں اُن پر کھول دیوے اور روز آخرت میں اپنے اُن بندوں کے ساتھ اِن کو اُٹھاوے جن پر اُس کا فضل و رحم ہے تا اختتام سفر اُن کے بعد اُن کا خلیفہ ہو، اے خدا! اے ذوالمجد والعطاء اور رحیم اور مشکل کشاء یہ تمام دعائیں قبول کر

حضور انور ایدہ اللہ نے تشہد، تعوذ اور سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کے بعد ارشاد فرمایا! اِس سال جلسہ ٔسالانہ برطانیہ 2019ء کے بعد دوبارہ وسیع پیمانہ پر منعقد ہو رہا ہے، جیسا کہ ہم سب جانتے ہیں Covid کی وباء کی وجہ سے باقاعدہ جلسہ ٔسالانہ کا تسلسل توڑنا پڑا اَور برکات جلسہ سے ہم باقاعدہ ایک سال تو بالکل بھی فیضیاب نہیں ہو سکے۔

کارکنان سے چند باتیں کہنی چاہوں گا پہلے

تمام شاملین کو احتیاطی تدابیر اختیار کرنے کے تناظر میں ماسک پہننے نیز آتے اور جاتے ہوئے انتظامیہ کی فراہم کردہ ہومیو پیتھی دوائی کے استعمال کی پابندی کی تلقین کی نیز فرمایا! جلسہ کے حوالہ سے کارکنان، وہ رضا کار جو اپنا وقت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مہمانوں کے لئے قربان کرتے ہیں، اُنہیں مَیں جلسہ سے عموماً ایک ہفتہ پہلے خطبہ میں بعض باتوں کی طرف توجہ دلاتا ہوں، گزشتہ خطبوں میں مَیں اِس طرف توجہ نہیں دلا سکا، اِس لئے آج اِس بارہ میں کچھ باتیں کروں گا۔ اگر ہم اِن باتوں کو مدنظر رکھیں تو جلسہ کے حقیقی ماحول سے اِنْ شَآءَ اللّٰہُ ہم فائدہ اُٹھاتے رہیں گے۔حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا! یہ جلسہ کوئی دنیوی میلہ نہیں ہے بلکہ اللہ اور رسولؐ کی باتوں کو سننے اور اُن کے مطابق اپنے آپ کو ڈھالنے کے لئے ہم یہاں جمع ہوتے اور ہوئے ہیں۔

جلسہ کا کام صرف جلسہ کے تین دنوں میں نہیں ہو رہا ہوتا

بلکہ کئی ہفتے پہلے شروع ہو جاتا ہے اور اب تو ایم ٹی اے اپنی خبروں اور چھوٹے چھوٹے کلپس کی صورت میں یہ دکھاتا ہے کہ کس طرح کام ہو رہا ہے۔ کچھ کام بے شک باہر کی کمپنیوں اور ٹھیکہ داروں سے کروایا جاتا ہے لیکن اِس کے علاوہ بھی بہت سا کام ہے جس کے لئے افرادی قوت کی ضرورت ہوتی ہے اور یہ قوت رضا کار اپنا وقت قربان کر کے، اپنی خدمات پیش کر کے مہیا کرتے ہیں۔ دنیا یہ کوشش کرتی ہے کہ ہمیں رضا کارانہ کام کرنے کے لئے لوگ ملیں لیکن جماعت احمدیہ کی تاریخ اِس کے بالکل برعکس مثال پیش کرتی ہے کہ اتنے کام کرنے والے آجاتے ہیں کہ انتظامیہ کو مشکل پیش آتی ہے کہ اِنہیں سنبھالیں کس طرح۔

شعبہ ضیافت کو آئندہ کے لئے یہ بات نوٹ کرنی چاہئے

جلسہ سے پہلے یا بعد کے وقارعمل کا جو کام ہے بباعث عمومی تحریک اِس میں توقع سے زیادہ آدمی آجاتے ہیں، گزشتہ اتوار کو ہی اتنے کارکن حدیقۃ المہدی میں جمع ہو گئے جس کی انتظامیہ کو امید بھی نہیں تھی اور مجھے پتا لگا ہے کہ اُن کے لئے کھانے کا بھی صحیح انتظام نہیں ہو سکا۔ حالانکہ انتظامیہ کو چاہئے تھا کہ دیکھ لیتے کہ اتنے لوگ ہیں تو پہلے ہی انتظام کرتے (یہ ضیافت والوں کا کام ہے)۔ یہ رضا کار کوئی کھانا کے موقع پر تو جمع نہیں ہو گئے تھے، آخر صبح سے کام کر رہے یا وہاں موجود تھے۔ میرے خیال میں جب گزشتہ جمعہ کو مَیں نے آخر میں جلسہ کے حوالہ سے اور جو کام کرنے والے ہیں اُن کے لئے بھی دعا کے لئے کہا تو فوراً ایک جذبہ کے ساتھ اور لوگوں نے بھی اپنی خدمات پیش کیں۔ لیکن بہرحال انتظامیہ کو چاہئے کہ خاص طور پر جو وِیک اینڈز ہیں اِس پر خاص انتظام رکھا کریں۔ اِس طرح ضیافت کا یہ بھی کام ہے کہ جلسہ کے دنوں میں عموماً وافر مقدار میں کھانا تیار کریں نیز ضیافت کی ذمہ داری ہے کہ جو مہمان آ رہا ہے اُس کی پوری طرح مہمانداری کریں۔

پس یہ تھے صحابہؓ کے طریق مہمان نوازی

کارکنوں کو بھی مَیں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ جلسہ کے اِن تین دنوں میں حضرت مسیح موعودؑ کے مہمانوں کی اِس جذبہ سے خدمت کریں کہ اُنہیں ہمیشہ یہ احساس دل میں رہے کہ اپنے افسروں سے یا کسی مہمان کی طرف سے کوئی صلہ نہیں لینا اِس خدمت کا اور نہ ملنا ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر اِن مہمانوں کی خدمت کرنی ہے نیز اُس صحابیؓ اور اُس کی بیوی کے اسوہ کو سامنے رکھنا ہے جس نے بچوں کو بھی بھوکا سلا دیا تھا، خود بھی بھوکے رہے اور مہمان کی مہمان نوازی کا حق ادا کر دیا۔مہمان پر یہی ظاہر کیا روشنی بجھا کر کہ جس طرح وہ بھی اُس کے ساتھ کھانے میں شریک ہیں اور پھر خدا تعالیٰ نے اُن کے اِس فعل کو اتنا سراہا کہ آنحضرتؐ کو بھی اِس کی خبر دی اور اگلے دن آپؐ نے اُس صحابیؓ سے فرمایا! تمہاری رات کی تدبیر سے اللہ تعالیٰ بھی ہنسا۔

مرد کارکنان و لجنہ کارکنات کا کام

جب بڑی تعداد میں مختلف المزاج لوگ ہوں تو کچھ زیادہ گرم طبیعت کے بھی ہوتے ہیں اور بعض دفعہ سختی سے کارکن سے مخاطب یا کسی چیز کا مطالبہ کرتے ہیں لیکن کارکن کا کام ہے کہ کسی سے سختی نہیں کرنی، کسی سختی سے بولنے والے کا سختی سے نہیں بلکہ مسکراتے ہوئے جواب دینا ہے۔ اگر ضرورت پوری کر سکتے ہیں تو کریں ورنہ نرمی و پیار سے معذرت کر دیں یا اپنے بالا افسر کے پاس لے جائیں جو مہمان کا مسئلہ حل کر دے۔بعض دفعہ یہ کام بہت مشکل ہو جاتا ہے لیکن خدا تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے یہ کام کرنا چاہئے، اپنے جذبات و زبان کو قابو میں رکھنا چاہئے۔ اِسی طرح آپس میں بھی کارکنان اپنی زبان کو نرم رکھیں۔

افسران اور نگران بھی

اپنے معاونین کے ساتھ نرم زبان میں گفتگو کریں، اگر کسی سے کوئی غلطی ہو جائے تو پیار سے سمجھائیں، افسران کو بھی احساس ہونا چاہئے کہ یہ رضا کار اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر حضرت مسیح موعودؑ کے مہمانوں کی خدمت کے لئے آئے ہیں اور باوجود اِس کے کہ کسی خاص شعبہ کے لئے تربیت یافتہ نہیں، خدمت کے جذبہ سے بےنفس ہو کر خدمت کر رہے ہیں تو اُن کی عزت افزائی ہونی چاہئے۔ اللہ تعالیٰ آپس میں بھی سب کو مل جل کر کام کرنے کی توفیق دے اور یہ جذبہ اُس وقت پیدا ہو گا جب افسران اور معاونین کو بھی اِس بات کا ادراک ہو گا کہ ہم نے یہ خدمت قربانی کے جذبہ سے کرنی ہے۔مختلف شعبوں کے جو افسران مقرر کئے گئے ہیں وہ بھی ہمیشہ یاد رکھیں! اللہ تعالیٰ کے فضل سے اُنہیں خدمت کا موقع مل رہا ہے، وہ افسر نہیں بلکہ خادم بن کر اپنے فرائض ادا کریں، اپنے اعلیٰ اخلاق کے نمونے قائم کریں تو ماتحت اور معاونین بھی اعلیٰ اخلاق کا مظاہرہ کریں گے۔ اللہ تعالیٰ سب کو اِس کی توفیق بھی عطاء فرمائے۔

خاص طور پر شعبہ مہمان نوازی و طعام وغیرہ

حضرت مسیح موعودؑ نے مہمانوں سے حسن سلوک کے بارہ میں بہت سے مواقع پر نصائح فرمائی ہیں، ایک موقع فرمایا! دیکھو بہت سے مہمان آئے ہوئے ہیں، اُن میں سے بعض کو تم شناخت کرتے ہو اور بعض کو نہیں، اِس لئے مناسب یہ ہے کہ سب کو واجب الاکرام جان کر تواضع کرو۔ پس یہ اصول ہمیشہ ہر کارکن کو اور خصوصاً اُن کارکنان کو جن کا براہ راست لوگوں سے واسطہ پڑتا ہے سامنے رکھنا چاہئے، خاص طور پر شعبہ مہمان نوازی اور طعام وغیرہ اِس پر بہت پابندی سے عمل کریں۔

اچھے اخلاق کا مظاہرہ صرف کارکنوں ہی کا کام نہیں

مہمانوں کو کھانے کی بابت متفرق عمومی نصائح کرنے کے بعد ارشاد فرمایا! اچھے اخلاق کا مظاہرہ صرف کارکنوں ہی کا کام نہیں بلکہ ہر شامل ہونے والے کا کام ہے، حضرت مسیح موعودؑ نے شاملین جلسہ سے بھی فرمایا! اچھے اخلاق کا مظاہرہ کرو اور ایک دوسرے کا خیال رکھو۔ ہمیشہ ہر شامل ہونے والا یہ بات مدنظر رکھے کہ اُس نے اِس جلسہ میں شمولیت اپنی دینی، علمی اور روحانی پیاس بجھانے کے لئے کی ہے اور اِس کے حصول کے لئے حضرت مسیح موعودؑ کی اِس بات کو ہمیشہ سامنے رکھنا چاہئے کہ یہ جلسہ خالصتاً للّٰہی جلسہ ہے، اِس لئے کبھی بھی چھوٹی چھوٹی باتوں پر کسی قسم کی بے چینی اور رنجش کا اظہار نہیں کرنا چاہئے۔ کارکنان بھی انسان ہیں اگر اُن سے کوئی زیادتی ہو جاتی ہے تو صَرفِ نظر کرنا چاہئے۔

پس ہمیشہ اِن دنوں میں یہ بات بھی یاد رکھیں

ایک موقع پر آنحضرتؐ نے فرمایا! یہ دعا کیا کرو۔ اے اللہ! ہم تجھ سے اِس سفر میں بھلائی اور تقویٰ چاہتے ہیں، تُو ہمیں ایسے نیک عمل کرنے کی توفیق دے جو تجھے پسند ہوں۔ جب ہم اِس طرح دعا کر رہے ہوں گے تو اللہ تعالیٰ ہمارے یہاں قیام اور سفر کو بھی برکتوں سے بھر دے گا، پس اِن دنوں کو دعاؤں اور ذکر الٰہی سے بھرنے کی کوشش کریں۔ آنحضرتؐ نے تو ہمیں ہر موقع کی دعا سکھائی ہے، بعض لوگ اپنے گھروں کو چھوڑ کر برکات جلسہ سے مستفید ہونے کے لئے آئے ہیں اُنہیں پیچھے اپنے گھر والوں کی فکر بھی ہو گی تو آپؐ نے فرمایا! یہ دعا کیا کرو۔ اے ہمارے خدا! مَیں پناہ مانگتا ہوں سفر کی سختیوں، ناپسندیدہ اور بے چین کرنے والے مناظر، مال اور اہل وعیال میں برے نتیجہ اور غیر پسندیدہ تبدیلی سے۔ بڑی جامع دعا ہے، سفر میں اپنے آپ کو بھی ہر طرح سے محفوظ رکھنے اور گھر والوں کے اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں رہنے کی دعا ہے۔ ایسی سوچ اور ایسی دعاؤں سے زبانوں کو تر کرتے ہوئے جب یہاں مرد و زن پھر رہے ہوں گے تو پھر جہاں ماحول پُرسکون ہو گا، دلوں کی تسکین کے سامان ہو رہے ہوں گے وہاں اللہ تعالیٰ ہر برے منظر سے بھی بچا کے رکھے گا۔ آج کل Covid کی وجہ سے فکرمندی بھی ہے اِس لئے دعاؤں کی طرف زیادہ توجہ دینی چاہئے، عمومی دعاؤں کے ساتھ اِن دنوں میں درود بھی خاص طور پر پڑھیں۔ اللہ تعالیٰ جلسہ میں شامل ہونے والے ہر مرد و زَن کو حضرت مسیح موعودؑ کی دعا کا وارث بنائے۔

(قمر احمد ظفر۔ نمائندہ روزنامہ الفضل آن لائن جرمنی)

خطبہ جمعہ

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ 15/جولائی 2022ء بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد ٹلفورڈ یو کے

آنحضرت ﷺ کے عظیم المرتبت خلیفۂ راشد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بابرکت دَور میں باغی مرتدین کے خلاف ہونے والی مہمات کا تذکرہ

قرآن کریم اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک طرزِ عمل اور احادیث مبارکہ کی روشنی میں پہلے بیان ہو چکا ہے کہ نہ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی محض نبوت کا دعویٰ کرنے پر کوئی کارروائی فرمائی اور نہ ہی حضرت ابوبکرؓ کی یہ جنگی مہمات صرف اس وجہ سے تھیں کہ جھوٹے مدعیان نبوت کا قلع قمع کیا جاتا بلکہ اصل سوچ ان لوگوں کی باغیانہ روش تھی

أَشْهَدُ أَنْ لَّآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ

أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿۱﴾

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲﴾ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿۳﴾ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ﴿۴﴾ إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ﴿۵﴾

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ﴿۶﴾ صِرَاطَ الَّذِيْنَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۙ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ﴿۷﴾

مسلمانوں کی مرتدین باغیوں کے خلاف کارروائیوں کا ذکر

ہو رہا ہے۔ اس بارے میں

حضرت مُہاجرؓ اور حضرت عکرمہؓ کی کِنْدَہ اور حَضْرَمَوت کے علاقوں میں مرتدین کے خلاف جو کارروائیاں

تھیں اس میں مزید بیان ہوا ہے کہ جب صنعاء میں حضرت مُہاجرؓ کو استقرار حاصل ہو گیا، پاؤں ٹک گئے تو آپؓ نے حضرت ابوبکرؓ کو خط کے ذریعہ سے اپنی تمام کارروائیوں سے مطلع کیا اور جواب کا انتظار کرنے لگے اور اسی وقت مُعاذ بن جبلؓ اور یمن کے دیگر عُمّال نے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دَور سے چلے آ رہے تھے حضرت ابوبکرؓ کو خطوط ارسال کیے اور مدینہ واپس آنے کی اجازت طلب کی تو حضرت ابوبکرؓ نے مُعاذ بن جبلؓ اور ان کے ساتھ دیگر عُمّال کو اختیار دیا کہ چاہیں تو یمن میں باقی رہیں اور چاہیں تو مدینہ واپس آ جائیں لیکن اپنی جگہ کسی کو مقرر کر کے آئیں۔ اختیار ملنے کے بعد تمام ہی لوگ مدینہ واپس آ گئے اور حضرت مُہاجرؓ کو حکم ملا کہ عکرمہ سے جاملو۔ پھر دونوں مل کر حَضْرَمَوت پہنچو اور زِیاد بن لبید کا ساتھ دو اور ان کو ان کے عہدے پر باقی رکھتے ہوئے حکم فرمایا کہ تمہارے ساتھ مل کر جو لوگ مکہ اور یمن کے درمیان جہاد کرتے رہے ہیں انہیں لوٹنے کی اجازت دے دو، واپس آنا چاہیں تو واپس آ جائیں مگر یہ کہ بذات خود جہاد میں شرکت کو ترجیح دیں۔ (سیدنا ابوبکر صدیقؓ شخصیت اور کارنامے از ڈاکٹر علی محمد صلابی صفحہ 305 الفرقان ٹرسٹ خان گڑھ) سوائے اس کے کہ خود لوگ کہیں کہ ہم جہاد میں شامل ہونا چاہتے ہیں۔

عکرمہ کو حضرت ابوبکرؓ کا خط موصول ہوا اس میں انہیں حکم دیا گیا تھا کہ مُہاجر بن ابو امیہ سے جاملو جو صنعاء سے آ رہے ہیں اور پھر دونوں مل کر کِنْدَہ قبیلے کا رخ کرو۔ یہ خط پا کے عکرمہ مَهْرَہ سے نکلے اور اَبْیَنْ میں قیام پذیر ہو کر مُہاجر بن ابو امیہ کا انتظار کرنے لگے۔ اَبْیَنْ بھی یمن کی ایک بستی کا نام ہے۔

(سیدنا ابوبکر صدیقؓ شخصیت اور کارنامے از ڈاکٹر علی محمد صلابی صفحہ 305 الفرقان ٹرسٹ خان گڑھ)

کِنْدَہ قبیلہ کے مرتدین کے خلاف کارروائیوں کے متعلق

تاریخ طبری میں لکھا ہے کہ ارتداد سے پہلے جب کِنْدَہ اور حَضْرَمَوت کا سارا علاقہ اسلام لے آیا۔ ان سے زکوٰۃ وصول کرنے کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا تھا کہ حَضْرَمَوت میں سے بعض لوگوں کی زکوٰۃ کِنْدَہ میں جمع کی جائے اور بعض اہلِ کِنْدَہ کی زکوٰۃ حَضْرَمَوت میں جمع کی جائے یعنی ان کو وہاں بھجوا دی جائے، ایک دوسرے پر خرچ ہو اور اہلِ حَضْرَمَوت میں سے بعض کی زکوٰۃ سَکُوْن میں جمع کی جائے اور بعض اہلِ سَکُوْن کی زکوٰۃ حَضْرَمَوت میں جمع کی جائے۔ اس پر کِنْدَہ کے بعض لوگوں نے کہا یا رسول اللہ! ہمارے پاس اونٹ نہیں ہیں۔ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم مناسب خیال فرمائیں تو یہ لوگ سواری پر ہمارے پاس اموالِ زکوٰۃ پہنچا دیا کریں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں سے کہا یعنی حَضْرَمَوت والوں سے کہ اگر تم ایسا کر سکتے ہو تو اس پر عمل کرنا۔ انہوں نے کہا ہم دیکھیں گے۔ اگر ان کے پاس جانور نہ ہوئے تو ہم ایسا کریں گے۔ پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی اور زکوٰۃ وصول کرنے کا وقت آیا تو زِیادؓ نے لوگوں کو اپنے پاس بلایا وہ آپ کے پاس حاضر ہوئے اور بَنُو وَلِیْعَہ یعنی اہلِ کِنْدَہ نے کہا کہ تم نے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے وعدہ کیا تھا اموالِ زکوٰۃ ہمارے پاس پہنچا دو تو انہوں نے کہا تمہارے پاس باربرداری کے جانور ہیں؟ اپنے جانور لاؤ اور اموالِ زکوٰۃ لے جاؤ۔ انہوں نے خود اموالِ زکوٰۃ پہنچانے سے انکار کر دیا اور کندی اپنے مطالبہ پر مصر رہے۔ پھر وہ لوگ اپنے گھروں کو واپس چلے گئے۔ ان کا طرزِ عمل متذبذب ہو گیا۔ ایک قدم آگے بڑھاتے اور دوسرا پیچھے ہٹاتے اور زِیادؓ، مُہاجرؓ کے انتظار میں ان کے خلاف کوئی کارروائی کرنے سے رکے رہے یعنی جو زکوٰۃ دینے سے انکاری تھے ان سے کوئی کارروائی نہیں کی حتیٰ کہ حضرت مُہاجرؓ آ جائیں۔ جب حضرت ابوبکرؓ نے مُہاجر اور حضرت عکرمہؓ کو یہ خط بھیجا کہ تم دونوں حَضْرَمَوت روانہ ہو جاؤ اور زِیاد کو ان کی ذمہ داری پر برقرار رکھنا۔ مکہ سے لے کر یمن تک کے درمیانی علاقے کے جو لوگ تمہارے ساتھ ہیں ان کو واپس جانے کی اجازت دے دو سوائے ان لوگوں کے جو اپنی خوشی سے جہاد میں شریک ہونا چاہیں اور عُبَیْدَہ بن سَعد کو زِیادؓ کی مدد کے لیے روانہ کرو۔ چنانچہ حضرت مُہاجرؓ نے اس ارشاد پر عمل کیا۔ وہ صنعاء سے حَضْرَمَوت کے ارادے سے روانہ ہوئے اور عکرمہؓ اَبْیَنْ سے حَضْرَمَوت کے ارادے سے روانہ ہوئے اور مَآرِب مقام پر دونوں مل گئے۔ ان دونوں نے صُھَیْد صحرا کو پار کیا یہاں تک کہ حَضْرَمَوت پہنچ گئے۔ جب کِندی حضرت زِیادؓ سے خفا ہو کر واپس چلے گئے تو حضرت زِیادؓ نے بنو عمرو سے زکوٰۃ کی وصولی اپنے ذمہ لے لی۔ کِنْدَہ کے ایک نوجوان نے حضرت زِیادؓ کو غلطی سے اپنے بھائی کی اونٹنی زکوٰۃ کے لیے پیش کر دی۔ حضرت زِیادؓ نے اس کو آگ سے داغ کر زکوٰۃ کا نشان لگا دیا۔ مہر لگا دی کہ یہ بیت المال کی ہے اور زکوٰۃ کا مال ہے اور جب اس لڑکے نے اونٹنی بدلنے کا کہا کہ غلطی سے ہو گیا تھا تو حضرت زِیادؓ سمجھے کہ یہ بہانے بنا رہا ہے۔ اس لیے آپؓ راضی نہ ہوئے۔ اس پر انہوں نے یعنی اونٹنی دینے والوں نے اپنے قبیلے کے لوگوں کو اور اَبُوسُمَیْط کو مدد کے لیے پکارا۔ اَبُوسُمَیْط نے جب حضرت زِیادؓ سے اونٹنی بدلنے کا مطالبہ کیا تو حضرت زِیادؓ اپنے موقف پر مصر رہے۔ اَبُوسُمَیْط کو غصہ آیا اس نے زبردستی اونٹنی کھول دی۔ جس پر حضرت زِیادؓ کے ساتھیوں نے اَبُوسُمَیْط اور اس کے ساتھیوں کو قید کر لیا اور اونٹنی کو بھی قبضہ میں لے لیا۔ ان لوگوں نے ایک دوسرے کو مدد کے لیے پکارا۔ چنانچہ بنو مُعَاوِیَہ اَبُوسُمَیْط کی مدد کے لیے آ گئے۔ بَنُو مُعَاوِیَہ وہ لوگ ہیں جو بنو حارِث بن مُعَاوِیَہ اور بنو عَمرو بن مُعَاوِیَہ، قبیلہ کِنْدَہ کی شاخیں ہیں۔ انہوں نے حضرت زِیادؓ سے اپنے ساتھیوں کی رہائی کا مطالبہ کیا لیکن حضرت زِیادؓ نے ان کے منتشر ہونے تک قیدیوں کو رہا کرنے سے انکار کر دیا۔ انہوں نے کہا اس طرح نہیں، تم لوگ چلے جاؤ پھر مَیں دیکھوں گا۔ جب یہ لوگ منتشر نہ ہوئے تو حضرت زِیادؓ نے ان پر حملہ کر کے ان کے بہت سے آدمیوں کو قتل کر دیا اور کچھ لوگ وہاں سے فرار ہو گئے۔ حضرت زِیادؓ نے واپس آ کر ان کے قیدی بھی رہا کر دیے مگر ان لوگوں نے واپس جا کر جنگ کی تیاری شروع کر دی چنانچہ بَنُو عَمرو، بَنُو حَارِث اور اَشْعَثْ بن قَیْس اور سِمْط بن اَسْوَد اپنے اپنے مورچوں میں چلے گئے اور انہوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا اور ارتداد اختیار کر لیا جس پر حضرت زِیادؓ نے فوج جمع کر کے بنو عمرو پر حملہ کر دیا اور ان کے بہت سے آدمی قتل ہوئے اور جو بھاگ سکتے تھے وہ بھاگ گئے اور ایک بڑی تعداد کو حضرت زِیادؓ نے قید کر کے مدینہ روانہ کر دیا۔ راستے میں اَشْعَثْ

اور بَنُو حارِث کے لوگوں نے حملہ کر کے مسلمانوں سے اپنے قیدی چھڑوا لیے۔ اس واقعہ کے بعد اطراف کے کئی قبائل بھی ان لوگوں کے ساتھ مل گئے اور انہوں نے بھی ارتداد کا اعلان کر دیا۔ اس پر حضرت زِیادؓ نے مدد کے لیے حضرت مُہاجرؓ کی طرف خط لکھا۔حضرت مُہاجرؓ نے حضرت عکرمہؓ کو اپنا نائب بنایا اور خود اپنے ساتھیوں کو لے کر کِنْدَہ پر حملہ آور ہوئے۔ کِنْدَہ کے لوگ بھاگ کر نُجَیْر نامی اپنے ایک قلعہ میں محصور ہو گئے۔ یہ بھی یمن کا ایک قلعہ تھا حَضْرَمَوت کے قریب۔ اس قلعہ کے تین راستے تھے۔ ایک راستے پر حضرت زِیادؓ اتر گئے۔ دوسرے پر حضرت مُہاجرؓ نے ڈیرہ ڈال لیا اور تیسرا راستہ کِنْدَہ ہی کے تصرف میں رہا یہاں تک کہ حضرت عکرمہؓ پہنچے اور اس راستے پر قابض ہو گئے۔حضرت زِیادؓ اور حضرت مُہاجرؓ کا لشکر پانچ ہزار مُہاجرین اور انصار صحابہ اور دیگر قبائل پر مشتمل تھا۔ جب قلعہ نُجَیْر کے محصورین نے دیکھا کہ مسلمانوں کو برابر امداد پہنچ رہی ہے تو ان پر دہشت طاری ہوگئی۔ اس وجہ سے ان کا سردار اَشْعَثْ فوراً حضرت عکرمہؓ کے پاس پہنچ کر امان کا طالب ہوا۔حضرت عکرمہؓ اَشْعَثْ کو لے کر حضرت مُہاجرؓ کے پاس آئے۔ اَشْعَثْ نے اپنے لیے اور اپنے ساتھ نو افراد کے لیے اس شرط پر امان طلب کی کہ وہ مسلمانوں کے لیے قلعہ کا دروازہ کھول دیں گے۔حضرت مُہاجرؓ نے یہ شرط تسلیم کر لی۔ جب اَشْعَثْ نے نو افراد کے نام لکھے تو جلد بازی اور دہشت کی وجہ سے اپنا نام لکھنا بھول گیا۔ پھر حضرت مُہاجرؓ کے پاس تحریر لے کر گیا جس پر انہوں نے مہر ثبت کر دی۔ پھر اَشْعَثْ واپس چلا گیا۔ جب اس نے قلعہ کا دروازہ کھول دیا تو مسلمان اس میں داخل ہو گئے۔فریقین کی لڑائی میں سات سو کندی قتل کر دیے گئے۔ قلعہ والوں نے بھی آگے سے مقابلہ کیا اور لڑائی کی۔ بہرحال ان کے آدمی قتل کیے اور ایک ہزار عورتوں کو قید کر لیا گیا۔ اس کے بعد حضرت مُہاجرؓ نے امان نامہ منگوایا اور اس میں درج تمام لوگوں کو معاف کر دیا مگر اس میں اَشْعَثْ کا نام نہ تھا۔ اس پر حضرت مُہاجرؓ نے ان کے قتل کا ارادہ کر لیا مگر حضرت عکرمہؓ کی درخواست پر اسے باقی قیدیوں کے ساتھ حضرت ابوبکرؓ کی خدمت میں روانہ کر دیا کہ اس کے بارے میں بھی حضرت ابوبکرؓ ہی فیصلہ فرمائیں۔ جب مسلمان فتح کی خبر اور قیدیوں کے ساتھ حضرت ابوبکرؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے اَشْعَثْ کو طلب کیا اور فرمایا تم بنو وَلِیْعَہ کے فریب میں آ گئے اور وہ ایسے نہیں کہ تم انہیں فریب دے سکو اور وہ بھی تمہیں اس کام کا اہل نہیں سمجھتے تھے۔ وہ خود ہلاک ہوئے اور تمہیں بھی ہلاک کیا۔ کیا تم اس بات سے نہیں ڈرتے کہ تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بددعا کا ایک حصہ پہنچا۔ دراصل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کِنْدَہ قبیلے کے چار سرداروں پر لعنت کی تھی جنہوں نے اَشْعَثْ کے ساتھ اسلام قبول کیا تھا پھر مرتد ہو گئے۔حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا: تمہارا کیا خیال ہے کہ میں تمہارے ساتھ کیا سلوک کروں گا؟ اَشْعَثْ نے کہا مجھے آپ کی رائے کا علم نہیں۔حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ میرے خیال میں تمہیں قتل کر دینا چاہیے۔ اس نے کہا میں وہ ہوں جس نے اپنی قوم کے دس آدمیوں کی جان بخشی کا تصفیہ کرایا ہے۔ میرا قتل کیسے جائز ہوسکتا ہے؟ آپؓ نے فرمایا کہ کیا مسلمانوں نے معاملہ تمہارے سپرد کیا تھا؟ اس نے کہا جی ہاں۔ تو حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا: جب انہوں نے معاملہ تمہارے سپرد کیا اور پھر تم ان کے پاس آئے تو کیا انہوں نے اس پر مہر ثبت کی تھی۔ اس نے کہا جی ہاں۔ آپؓ نے فرمایا کہ تحریر پر مہر ثبت ہونے کے بعد صلح اس کے مطابق واجب ہوگئی جو اس میں تحریر تھا۔ اس سے پہلے تم صرف مصالحت کی گفتگو کر رہے تھے۔ جب اَشْعَثْ ڈرا کہ وہ مارا جائے گا تو اس نے عرض کیا کہ اگر آپ مجھ سے کسی بھلائی کی توقع رکھتے ہیں تو ان قیدیوں کو آزاد کر دیجیے اور میری لغزشیں معاف فرمائیے اور میرا اسلام قبول کر لیجیے اور میرے ساتھ وہی سلوک روا رکھیے جو مجھ جیسوں کے ساتھ آپ کیا کرتے ہیں اور میری بیوی میرے پاس واپس لوٹا دیجیے۔لکھا ہے کہ اس واقعہ سے قبل ایک مرتبہ اَشْعَثْ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تھا۔ اس نے حضرت ابوبکرؓ کی بہن اُمِّ فَرْوَہ بنت اَبُو قُحَافَہ کو پیغام نکاح دیا تھا۔حضرت ابوقحافہ نے اپنی لڑکی اس کی زوجیت میں دے دی تھی اور رخصتی کو اَشْعَثْ کی دوبارہ آمد پر اٹھا رکھا تھا کہ دوبارہ آئے گا تو رخصتی ہو جائے گی۔ ایک مصنف نے اُمِّ فَرْوَہ کو حضرت ابوبکرؓ کی صاحبزادی بھی قرار دیا ہے۔

بہرحال پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا گئے اور اَشْعَثْ مرتد اور باغی ہوگیا۔ اس لیے اسے اندیشہ ہوا کہ اس کی بیوی اس کے حوالے نہ کی جائے گی۔ اَشْعَثْ نے حضرت ابوبکرؓ سے عرض کیا کہ آپؓ مجھے اللہ کے دین کے لیے اپنے علاقے کے بہترین لوگوں میں پائیں گے۔ اس پر حضرت ابوبکرؓ نے اس کی جان بخش دی اور اس کا اسلام قبول کر لیا اور اس کے گھر والے اس کے سپرد کر دیے۔ نیز فرمایا: جاؤ اور مجھے تمہارے متعلق خیر کی خبریں پہنچیں۔

اسی طرح حضرت ابوبکرؓ نے تمام قیدیوں کو بھی آزاد کر دیا اور وہ سب اپنے اپنے علاقوں میں چلے گئے۔

(ماخوذ از تاریخ الطبری جلد۲ صفحہ۳۰۰ تا ۳۰۴ دارالکتب العلمیة بیروت ۲۰۱۲ء)
(حضرت سیدنا ابوبکر صدیقؓ از محمد حسین ہیکل صفحہ 240-241 بک کارنر شو روم جہلم)
(جمھرة انساب العرب صفحہ۴۲۵ مطبوعہ دارالکتب العلمیة بیروت ۲۰۰۷ء)
(سیدنا ابو بکر الصدیق از ڈاکٹر علی محمد صلابی صفحہ 537-538 الفرقان ٹرسٹ خان گڑھ)
(معجم البلدان جلد۱ صفحہ۱۰۹)
(معجم البلدان جلد ۵ صفحہ۳۱۵)
(مسند احمد بن حنبل، مسند عمرو بن عبسہ جلد ۶ صفحہ۵۷۵-۵۷۶ روایت نمبر۱۹۶۷۵۔ عالم الکتب ۱۹۹۸ء)
(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جلد۵ صفحہ۸-۹ دارالکتب العلمیة بیروت ۱۹۹۰ء)

ایک روایت کے مطابق اپنی قوم سے بدعہدی کرنے کے باعث اَشْعَثْ اپنے قبیلے میں واپس جانے کی جرأت نہ کر سکا اور قید سے چھوٹنے کے بعد اُمِّ فَرْوَہ کے ساتھ مدینہ میں قیام پذیر رہا۔حضرت عمرؓ کے عہد میں جب عراق اور شام کی جنگیں پیش آئیں تو وہ بھی اسلامی فوجوں کے ہمراہ ایرانیوں اور رومیوں سے جنگ کرنے کے لیے باہر نکلا اور کارہائے نمایاں انجام دیے جس کی وجہ سے لوگوں کی نظر میں اس کا وقار پھر بلند ہوگیا اور اس کی گم گشتہ عزت پھر واپس مل گئی۔ الغرض جب تک پوری طرح امن و امان قائم نہ ہوگیا اور اسلامی حکومت کی بنیادیں مستحکم نہ ہوگئیں حضرت مُہاجرؓ اور حضرت عکرمہؓ اس وقت تک حَضْرَمَوت اور کِنْدَہ میں ہی مقیم رہے۔

مرتد باغیوں کے ساتھ یہ آخری جنگیں تھیں۔ ان کے بعد عرب سے بغاوت کا مکمل طور پر خاتمہ ہوگیا اور تمام قبائل حکومت اسلامیہ کے زیرنگیں آ گئے۔

حضرت مُہاجرؓ نے اس علاقے میں امن و امان قائم رکھنے اور بغاوت اور سرکشی کے اسباب کے مکمل طور پر نابود کرنے کے لیے اسی سختی سے کام لیا جس سے وہ یمن میں کام لے چکے تھے۔

(حضرت سیدنا ابوبکر صدیقؓ از محمد حسین ہیکل صفحہ 241 بک کارنر شو روم جہلم)

حضرت ابوبکرؓ نے حضرت مُہاجرؓ کو یمن اور حَضْرَمَوت میں سے کسی ایک علاقے کو اختیار کرنے کے بارے میں لکھا تو انہوں نے یمن کو اختیار کر لیا۔ اس طرح یمن پر دو امیر مقرر ہوئے۔

حضرت ابوبکرؓ نے مرتدین اور باغیوں کے خلاف کام کرنے والے عُمّال کو تحریر فرمایا: امّا بعد! میرے نزدیک زیادہ پسندیدہ امر یہ ہے کہ آپ لوگ حکومت میں صرف انہی اشخاص کو شریک کریں جن کا دامن ارتداد اور بغاوت کے داغ سے پاک رہا ہو۔ بے شک وہ واپس آ گئے ہیں لیکن یہ دیکھو ان میں وہ شامل تو نہیں جو پہلے ارتداد اختیار کر چکے ہیں یا بغاوت کر چکے ہیں۔ پھر فرمایا کہ آپ سب اسی پر عمل کریں اور اسی پر کاربند رہیں۔ فوج میں جو لوگ واپسی کے خواہاں ہوں ان کو واپسی کی اجازت دے دو اور دشمن سے جہاد کرنے میں کسی مرتد باغی سے ہرگز مدد نہ لو۔

(تاریخ الطبری جلد۲ صفحہ۳۰۵ مطبوعہ دارالکتب العلمیة لبنان ۲۰۱۲ء)

اکثر مصنفین اور خاص طور پر اس زمانے کے سیرت نگار عموماً حضرت ابوبکرؓ کی ان جنگوں کا ذکر کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں کہ گویا جن لوگوں نے نبوت کا جھوٹا دعویٰ کیا تھا ان کے خلاف یہ سارا جہاد کیا گیا اور تلوار کے زور سے ان کا قلع قمع کیا گیا کیونکہ یہی ان کی شرعی سزا تھی لیکن تاریخ وسیرت کا مطالعہ کرنے والا ہرگز اس بات کی تائید نہیں کرسکتا۔ جیسا کہ

قرآن کریم اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک طرز عمل اور احادیث مبارکہ کی روشنی میں پہلے بیان ہو چکا ہے کہ نہ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی محض نبوت کا دعویٰ کرنے پر کوئی کارروائی فرمائی اور نہ ہی حضرت ابوبکرؓ کی یہ جنگی مہمات صرف اس وجہ سے تھیں کہ جھوٹے مدعیان نبوت کا قلع قمع کیا جاتا بلکہ اصل سوچ ان لوگوں کی باغیانہ روش تھی۔

چنانچہ اس بات کی وضاحت کرتے ہوئے کہ مدعیان نبوت سے صحابہ نے کیوں جنگیں کیں حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان فرمایا ہے کہ:

مولانا مودودی صاحب کا یہ لکھنا کہ صحابہ نے ہر اس شخص کے خلاف جنگ کی جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کا دعویٰ کیا صحابہ کے اقوال کے خلاف ہے۔

مولانا مودودی صاحب کو یاد رکھنا چاہیے۔ (اس وقت ان کی زندگی کی بات ہے) کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جن لوگوں نے دعویٔ نبوت کیا اور جن سے صحابہ نے جنگ کی وہ سب کے سب ایسے تھے جنہوں نے اسلامی حکومت سے بغاوت کی تھی اور اسلامی حکومت کے خلاف اعلانِ جنگ کیا تھا۔ آپ فرماتے ہیں کہ مولانا کو اسلامی لٹریچر کے مطالعہ کا بہت بڑا دعویٰ ہے۔ کاش وہ اس امر کے متعلق رائے ظاہر کرنے سے پہلے اسلامی تاریخ پڑھ کر دیکھ لیتے تو انہیں معلوم ہو جاتا کہ

مسیلمہ کَذَّاب، اَسْوَد عَنْسی، سَجَاح بنتِ حَارِث اور طُلَیحہ بن خُوَیْلِدْ اَسَدِی یہ سب کے سب ایسے لوگ تھے جنہوں نے مدینہ کی حکومت کی اتباع سے انکار کر دیا تھا اور اپنے اپنے علاقوں میں اپنی حکومتوں کا اعلان کر دیا تھا۔

حضرت مصلح موعودؓ نے لکھا ہے کہ تاریخ ابنِ خلدون کو اگر غور سے پڑھتے تو یہ واضح ہو جاتا کہ مولانا صاحب کا جو نظریہ ہے وہ غلط ہے۔ چنانچہ وہاں لکھا ہے کہ تمام عرب خواہ وہ عام ہوں یا خاص ہوں ان کے ارتداد کی خبریں مدینہ میں پہنچیں۔ صرف قریش اور ثقیف دو قبیلے تھے جو ارتداد سے بچے اور مسیلمہ کا معاملہ بہت قوت پکڑ گیا اور طے اور اَسَد قوم نے طُلَیحَہ بن خُوَیلِد کی اطاعت قبول کر لی اور غَطفَان نے بھی ارتداد قبول کر لیا اور ہَوَازِن نے بھی زکوٰۃ روک لی اور بنی سُلَیم کے امراء بھی مرتد ہو گئے اور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقرر کردہ امراء یمن اور یَمَامہ اور بنی اسد اور دوسرے ہر علاقہ اور شہر سے واپس لَوٹے اور انہوں نے کہا کہ عربوں کے بڑوں نے بھی اور چھوٹوں نے بھی سب کے سب نے اطاعت سے انکار کر دیا ہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انتظار کیا کہ اسامہؓ واپس آئے تو پھر ان کے ساتھ جنگ کی جائے لیکن عَبْس اور ذُبْیَان کے قبیلوں نے جلدی کی اور مدینہ کے پاس اَبْرَق مقام پر آ کر ڈیرے ڈال دیے اور کچھ اور لوگوں نے ذُوالقَصَّہ میں آ کر ڈیرے ڈال دیے ان کے ساتھ بنی اسد کے معاہد بھی تھے اور بنی کِنَانَہ میں سے بھی کچھ لوگ ان سے مل گئے تھے۔ ان سب نے حضرت ابوبکرؓ کی طرف وفد بھیجا اور مطالبہ کیا کہ نماز تک تو ہم آپ کی بات ماننے کے لیے تیار ہیں۔ مدینہ کے ارد گرد جمع ہو گئے اور یہ بات کی کہ نماز تک تو بات ماننے کے لیے تیار ہیں لیکن زکوٰۃ ادا کرنے کے لیے ہم تیار نہیں لیکن حضرت ابوبکرؓ نے ان کی اس بات کو رد کر دیا۔

حضرت مصلح موعودؓ لکھتے ہیں اِس حوالہ سے ظاہر ہے کہ

صحابہؓ نے جن لوگوں سے لڑائی کی تھی وہ حکومت کے باغی تھے۔ انہوں نے ٹیکس دینے سے انکار کر دیا تھا اور انہوں نے مدینہ پر حملہ کر دیا تھا۔

مدینہ کے ارد گرد جمع ہو گئے تھے کہ اگر یہاں بات نہ مانی تو ہم حملہ کریں گے۔ مسیلمہ نے تو خود رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں آپؐ کو لکھا تھا کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ آدھا ملک عرب کا ہمارے لیے ہے اور آدھا ملک قریش کے لیے ہے۔ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد اس نے حجر اور یمامہ میں سے ان کے مقرر کردہ والی ثُمَامَہ بن آثال کو نکال دیا اور خود اس علاقہ کا والی بن گیا تھا۔ اور اس نے مسلمانوں پر حملہ کر دیا۔ اسی طرح مدینہ کے دو صحابہ حبیب بن زیدؓ اور عبد اللہ بن وہبؓ کو اس نے قید کر لیا اور ان سے زور کے ساتھ اپنی نبوت منوانی چاہی۔ جیسا کہ پہلے بھی ذکر ہو چکا ہے کہ عبد اللہ بن وہب نے تو ڈر کر اس کی بات مان لی مگر حبیب بن زید نے اس کی بات ماننے سے انکار کر دیا۔ اس پر مسیلمہ نے ان کا عضو عضو کاٹ کر آگ میں جلا دیا۔ اسی طرح یمن میں بھی جو رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے افسر مقرر تھے ان میں سے بعض کو قید کر لیا اور بعض کو سخت سزائیں دی گئیں۔ اسی طرح طبری نے لکھا ہے کہ اسود عنسی نے بھی علم بغاوت بلند کیا تھا اور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے جو حکام مقرر تھے ان کو اس نے تنگ کیا تھا اور ان سے زکوٰۃ چھین لینے کا حکم دیا تھا۔ پھر اس نے صَنْعَاء میں رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقرر کردہ حاکم شَہْر بن بَاذَان پر حملہ کر دیا۔ بہت سے مسلمانوں کو قتل کیا، لُوٹ مار کی، گورنر کو قتل کر دیا اور اس کو قتل کر دینے کے بعد اس کی مسلمان بیوی سے جبراً نکاح کر لیا۔ بنو نجران نے بھی بغاوت کی اور وہ بھی اسود عنسی کے ساتھ مل گئے اور انہوں نے دو صحابہ عمرو بن حَزمؓ اور خالد بن سعیدؓ کو علاقہ سے نکال دیا۔

ان واقعات سے ظاہر ہے کہ مدعیانِ نبوت کا مقابلہ اس وجہ سے نہیں کیا گیا تھا کہ وہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں سے نبی ہونے کے دعویدار تھے اور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی اشاعت کے مدعی تھے بلکہ صحابہ نے ان سے اس لیے جنگ کی تھی کہ وہ شریعتِ اسلامیہ کو منسوخ کر کے اپنے قانون جاری کرتے تھے اور اپنے علاقہ کی حکومت کے دعویدار تھے اور صرف علاقہ کی حکومت کے دعویدار ہی نہیں تھے بلکہ انہوں نے صحابہ کو قتل کیا۔ اسلامی ملکوں پر چڑھائیاں کیں۔ قائم شدہ حکومت کے خلاف بغاوت کی اور اپنی آزادی کا اعلان کیا۔ ان واقعات کے ہوتے ہوئے آپ لکھتے ہیں کہ مولانا مودودی صاحب کا یہ کہنا کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام صحابہؓ نے مدعیانِ نبوت کا مقابلہ کیا، یہ جھوٹ نہیں تو اَور کیا ہے؟ اگر کوئی شخص یہ کہہ دے کہ صحابہ کرامؓ انسانوں کے قتل کو جائز قرار دیتے تھے تو کیا یہ محض اس وجہ سے ٹھیک ہو جائے گا کہ مسیلمہ کذاب بھی انسان تھا اور اسود عنسی بھی انسان تھا۔ حضرت مصلح موعودؓ نے فرمایا کہ

جو لوگ توڑ مروڑ کر اسلام کی تاریخ پیش کرتے ہیں وہ اسلام کی خدمت نہیں کر رہے۔ اگر ان کے مدِنظر اسلام کی خدمت ہے تو وہ سچ کو سب سے بڑا مقام دیں اور غلط بیانی اور واقعات کو توڑ مروڑ کر پیش کرنے سے کُلّی طور پر احتراز کریں۔

(ماخوذ از مولانا مودودی صاحب کے رسالہ ’’قادیانی مسئلہ‘‘ کا جواب، انوار العلوم جلد 24 صفحہ 11 تا 14)

بہر حال سرزمین عرب سے ان سب کے ختم ہونے کی وجہ سے بغاوتوں کا مکمل خاتمہ ہو گیا۔ ایک تاریخ نگار نے لکھا ہے کہ اب عرب کی تمام بغاوتوں کا خاتمہ ہو چکا تھا اور تمام مرتدین کی سرکوبی کی جا چکی تھی۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس ملک گیر فتنہ کا جس منصوبہ بندی اور سرعت کے ساتھ قلع قمع کیا وہ آپ کی اعلیٰ صلاحیتوں کا آئینہ دار ہے اور صاف نظر آتا ہے کہ کس طرح قدم قدم پر آپ کو الٰہی تائید و نصرت حاصل تھی۔

ایک سال سے بھی کم مدت میں فتنۂ ارتداد اور بغاوت پر قابو پا لینا، سرزمین عرب پر اسلام کی حاکمیت کو دوبارہ قائم کر دینا ایک حیرت انگیز کارنامہ ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اسلام کے غلبہ سے بے حد خوشی تھی لیکن اس مسرت میں غرور اور تکبر کا نام تک نہیں تھا کیونکہ وہ جانتے تھے کہ یہ جو کچھ ہوا محض اللہ کے فضل اور اس کی مہربانی سے ہوا۔ ان کی یہ طاقت نہیں تھی کہ وہ مٹھی بھر مسلمانوں کے ذریعہ سے سارے عرب کے مرتدین کی جرار فوجوں کا مقابلہ کر کے انہیں شکست دے کر اسلام کا عَلَم نہایت شان و شوکت سے دوبارہ بلند کر سکتے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے سامنے اب یہ مسئلہ تھا کہ وحدتِ دینی کو تقویت دینے اور اسلام کو بامِ عروج تک پہنچانے کے لیے کیا کیا اقدامات کیے جائیں۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی سیاست کا محور صرف اور صرف رعبِ اسلام تھا اور یہی خواہش ہر لحظہ ان کے دل و دماغ میں رہتی تھی۔

(حضرت سیدنا ابوبکر صدیقؓ از محمد حسین ہیکل صفحہ 243-244 مترجم انجم سلطان شہباز، بک کارنر شوروم جہلم)

ہر چند کہ مرتد باغیوں کا قلع قمع کرنے کے بعد ہر شخص کو یہ یقین ہو گیا تھا کہ اب خلیفہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کوئی فتنہ پرداز جم نہیں سکتا لیکن عام لوگوں کی طرح حضرت ابوبکرؓ کسی خوش فہمی کا شکار نہ تھے۔ آپؓ جانتے تھے کہ بیرونی طاقتیں ارتداد اور بغاوت کے فتنہ خوابیدہ کو پھر سے بیدار کر کے بدامنی پھیلانے کا موجب بن سکتی ہیں۔ یہ فتنہ عارضی طور پہ نہ سو گیا ہو۔ بیرونی طاقتیں جو مخالف ہیں اسلام کی وہ بڑی بڑی حکومتیں تھیں وہ عرب کی سرحدوں پر دوبارہ بدامنی پھیلا سکتی ہیں اس لیے وہ کسی خوش فہمی میں مبتلا نہیں تھے۔ عرب قبائل کی اس متوقع شورش انگیزی سے بچنے کے لیے مناسب سمجھا گیا کہ عرب قبائل کی توجہ ایران اور شام کی طرف منعطف کی جائے تا کہ انہیں حکومت کے خلاف فساد برپا کرنے کا موقع نہ مل سکے اور اس طرح مسلمانوں کو اطمینان نصیب ہو اور وہ دلجمعی سے احکام دین پر عمل پیرا ہو سکیں۔

(سیدنا صدیق اکبر از حکیم غلام نبی ایم اے صفحہ 178)

چنانچہ عرب کی سرحدوں کے دفاع اور اسلامی ریاست کو اپنے مضبوط حریفوں سے محفوظ رکھنے کے لیے ضروری ہو گیا تھا کہ ان طاقتور قوموں تک اسلام کا پیغام پہنچایا جائے تا کہ یہ قومیں اسلام کے عالمگیر پیغام کو تسلیم کر کے یا سمجھ کر خود بھی امن و سلامتی کے ساتھ اپنی زندگیاں بسر کریں اور دوسرے بھی ان کی چیرہ دستیوں سے محفوظ اور مامون ہو کر امن اور سلامتی کے ساتھ آزادانہ طور پر اپنے اپنے دین و مذہب پر کاربند

ہوسکیں۔ بہرحال اس کے لیے حضرت ابوبکرؓ نے کیا طریق اور حکمت عملی اختیار کی۔ اس بارے میں تاریخ کی کتب میں لکھا ہے کہ مرتد باغیوں کی جنگوں اور مہمات کے ختم ہونے کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ آئندہ کے اقدامات کے متعلق غور وفکر میں مشغول تھے کہ عرب اور اسلام کی دیرینہ دشمن ایران اور روم کی سلطنتوں سے مستقل طور پر محفوظ رہنے کے لیے کیا لائحہ عمل اختیار کیا جائے۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ مبارکہ میں بھی یہ دونوں طاقتیں عرب کو اپنے زیرِنگیں رکھنا چاہتی تھیں اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی اور بہت سے علاقوں اور قبائل میں ارتداد اور بغاوت کی آگ نے ریاستِ مدینہ کو اپنی لپیٹ میں لے لیا تو بعض جگہوں پر اس کے پیچھے ایک ہاتھ انہی طاقتوں کا بھی تھا اور اس موقع کو غنیمت جانتے ہوئے ہِرَقْل کی فوجیں شام میں اور ایران کی فوجیں عراق میں جمع ہونے لگیں۔ اس لیے ممکن ہی نہ تھا کہ حضرت ابوبکرؓ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادِ مبارک کی تعمیل میں سب سے پہلے رومیوں کے خلاف پہلا لشکر حضرت اسامہؓ کی قیادت میں بھیج چکے تھے وہ ان غاصب اور جابر طاقتوں سے بے خوف ہوکر بے فکر رہ سکتے لیکن قبل اس کے کہ آپ ابھی کوئی لائحہ عمل سب کے سامنے رکھتے، آپ کو خبر ملی کہ

حضرت مُثَنّٰیؓ بن حَارِثَہؓ جنہوں نے بحرین میں مرتد باغیوں کی بغاوت کو ختم کرنے میں مدد کی تھی انہوں نے اپنے ساتھیوں کو ہمراہ لیا اور خلیج فارس کے ساحل کے ساتھ ساتھ شمال کی جانب عراق کی طرف پیش قدمی شروع کر دی۔

آخر وہ ان عربی قبائل میں جا پہنچے جو دِجلَہ اور فُرَات کے ڈیلٹائی علاقوں میں آباد تھے۔ حضرت مُثَنّٰی بن حارثہؓ بحرین کے ایک قبیلہ بَکْرِ بن وَائِل سے تعلق رکھتے تھے۔ بحرین کا علاقہ یمامہ اور خلیج فارس کے درمیان واقع تھا اور اس میں موجود قطر اور امارت بحرین کے جزیرہ بھی شامل تھے اس کا دارالحکومت دَارِیْن تھا۔ بہرحال حضرت مُثَنّٰی بن حارثہؓ حضرت عَلَاء بن حضرمیؓ کے ساتھ مل کر باغیوں سے بھی جنگ کر چکے تھے اور بحرین اور اس کے نواح میں جو لوگ اسلام پر قائم رہے تھے اور جنہوں نے اسلامی فوجوں کے ساتھ مل کر باغیوں کی جنگوں میں حصہ لیا تھا حضرت مُثَنّٰیؓ ان کے سردار تھے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئندہ اقدام کے متعلق ابھی فیصلہ کرنے نہ پائے تھے کہ حضرت مُثَنّٰیؓ خود مدینہ آ گئے اور حضرت ابوبکرؓ کو عراق کے حالات سے متعلق آگاہ کیا کہ جو عرب قبائل دِجلَہ اور فُرَات کے ڈیلٹائی علاقوں میں آباد ہیں وہ وہاں کے مقامی باشندوں کے ہاتھوں مصیبت میں ہیں، ان کو تنگ کیا جارہا ہے۔ عرب زیادہ تر کھیتی باڑی کرتے ہیں اور جب فصل پک جاتی ہے تو مقامی لوگ لُوٹ لیتے ہیں۔ چنانچہ حضرت مُثَنّٰی بن حارثہؓ نے عرض کی کہ اسلامی فوجیں روانہ کر کے ان لوگوں کو مصیبت سے نجات دلائی جائے۔ حضرت ابوبکرؓ نے مدینہ کے اہل الرائے اصحاب سے مشورہ کیا اور حضرت مُثَنّٰی بن حارثہؓ کی تجویز سامنے رکھی۔ چونکہ مدینہ کے لوگ عراق کے حالات سے ناواقف تھے اس لیے مشورہ دیا کہ حضرت خالد بن ولیدؓ کو بلا کر سارا معاملہ ان کے سامنے پیش کیا جائے، ان سے مشورہ لیا جائے۔ حضرت خالد بن ولیدؓ ان دنوں یمامہ میں موجود تھے۔ چنانچہ حضرت ابوبکرؓ نے انہیں مدینہ طلب فرمایا۔ حضرت خالد بن ولیدؓ کے مدینہ پہنچنے پر جب حضرت ابوبکرؓ نے عراق پر فوج کشی کی حضرت مُثَنّٰی کی تجویز ان کے سامنے رکھی تو حضرت خالد بن ولیدؓ کا بھی یہ خیال تھا کہ

حضرت مُثَنّٰیؓ نے حدودِ عراق میں ایرانیوں کے خلاف جو کارروائی شروع کی ہے اگر خدانخواستہ وہ ناکام ہوگئی اور حضرت مُثَنّٰیؓ کی فوج کو عرب کی جانب پسپا ہونا پڑا تو ایرانی حکام اور دلیر ہو جائیں گے۔

وہ صرف حضرت مُثَنّٰیؓ کی فوج کو عراق کی حدود سے باہر نکالنے پر اکتفا نہیں کریں گے بلکہ بحرین اور اس کے ملحقہ علاقوں پر دوبارہ اثر و رسوخ قائم کرنے اور تسلط بٹھانے کی بھی کوشش کریں گے اور ایسی صورتحال میں اسلامی حکومت کو خطرہ پیدا ہو جائے گا۔ لہٰذا انہوں نے بھی یہ کہا کہ اس خطرہ سے بچنے کے لیے حضرت مُثَنّٰیؓ کو قرار واقعی امداد مہیا کی جائے۔ وہاں فوج بھیجی جائے اور ایرانیوں کو عرب کی حدود میں اثر و رسوخ جمانے کی بجائے مزید پسپائی پر مجبور کیا جائے تا کہ ان کی جانب سے آئندہ کبھی عرب کو کوئی خطرہ باقی نہ رہے۔ حضرت خالد بن ولیدؓ نے اپنی یہ رائے پیش کی تو آپ کی یہ رائے سن کے دیگر اصحاب نے بھی حضرت مُثَنّٰیؓ کی تجاویز قبول کر لیں اور حضرت ابوبکرؓ نے حضرت مُثَنّٰیؓ کو ان لوگوں کا سردار مقرر کر دیا جنہیں ہمراہ لے کر انہوں نے عراقی حدود میں پیش قدمی کی تھی اور حکم دیا کہ

فی الحال وہاں کے عرب قبائل کو ساتھ ملانے اور اسلام قبول کرنے پر آمادہ کریں

اور ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ جلد ہی مدینہ سے ایک لشکر بھی ان کی امداد کے لیے روانہ کر دیا جائے گا جس کی مدد سے وہ مزید پیش قدمی جاری رکھ سکیں گے۔

بعض مؤرخین کا خیال ہے کہ نہ مُثَنّٰی امداد کی درخواست کرنے کے لیے مدینہ گئے اور نہ حضرت ابوبکرؓ سے ان کی ملاقات ہوئی بلکہ وہ اپنے لشکر کے ہمراہ ڈیلٹائی علاقے میں پیش قدمی کرتے ہوئے بہت دور نکل گئے اور آگے جا کر ایرانی سپہ سالار ھُرمُز کی افواج کا سامنا کرنا پڑا۔ ھُرمُز اس وقت سرحدی افواج کا افسر تھا اور کسریٰ کے نزدیک جو سب سے بڑا درجہ کسی شخص کو مل سکتا تھا ھُرمُز کا شمار ان لوگوں میں ہوتا تھا۔ ابھی ھُرمُز اور مُثَنّٰی کے درمیان جنگ جاری تھی کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان واقعات کی خبر ہو گئی۔ وہ اس وقت مُثَنّٰی کے نام سے بالکل بے خبر تھے۔ ان خبروں کے پہنچنے پر جب انہوں نے تحقیقات کیں تو معلوم ہوا کہ مُثَنّٰی نے ارتداد اور بغاوت کی جنگوں کے دوران بحرین کے اندر متعدد کارہائے نمایاں انجام دیے ہیں۔

حضرت ابوبکرؓ نے خالد بن ولید کو حکم دیا کہ حضرت مُثَنّٰیؓ کی مدد کے لیے ایک لشکر کے ہمراہ عراق جائیں اور ھُرمُز پر فتحیاب ہو کر حِیْرَہ کی جانب کوچ کریں۔

حِیْرَہ بھی کوفہ سے تین میل کے فاصلے پر ایک شہر ہے۔ بہرحال ساتھ ہی حضرت عِیَاض بن غَنْمؓ کو حکم دیا کہ وہ دُوْمَۃُ الْجَنْدَل جائیں۔ دومۃ الجندل شام اور مدینہ کے درمیان ایک قلعہ اور بستی ہے جو مدینہ سے اس زمانے کا جو سفر کا طریقہ تھا اس کے مطابق پندرہ سولہ دن کی مسافت پر تھا اور وہاں کے سرکش اور مرتد باشندوں کو مطیع کر کے حِیْرَہ پہنچیں۔ حضرت عِیَاض بن غَنْمؓ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی تھے۔ آپؓ نے صلح حدیبیہ سے پہلے اسلام قبول کیا تھا اور اس میں شامل بھی ہوئے تھے۔ حضرت اَبُوعُبَیْدَہؓ نے اپنی وفات کے وقت انہیں شام میں اپنا جانشین مقرر کر دیا تھا۔ حضرت عمرؓ نے انہیں اس منصب پر قائم رکھا اور فرمایا کہ میں اس امیر کو تبدیل نہیں کروں گا جسے حضرت اَبُوعُبَیْدَہؓ نے امیر مقرر کیا ہے۔

بہرحال حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ حضرت خَالِد بن وَلیدؓ اور حضرت عِیَاضِ بن غَنْمؓ میں سے جو پہلے حِیْرَہ پہنچ جائے اسی کو اس علاقے میں جنگی کارروائی کرنے والی فوج کی قیادت حاصل ہو گی۔

(ماخوذ از حضرت ابوبکرؓ، صدیق اکبر از محمد حسین ہیکل مترجم، صفحہ 261 تا 266، اشاعت 2004ء)
(اٹلس سیرت النبی ﷺ صفحہ 68)
(معجم البلدان جلد۲ صفحہ ۳۷۶ دارالکتب العلمیۃ، بیروت)
(فرہنگ سیرت صفحہ 123)
(اسد الغابہ جلد۴ صفحہ ۳۱۵ دار الکتب العلمیۃ)

ایک روایت کے مطابق حضرت خالد بن ولیدؓ جب یمامہ سے فارغ ہو گئے تو حضرت ابوبکرؓ نے انہیں لکھا کہ فَرْجُ الْھِنْد یعنی اُبُلَّہ سے آغاز کریں اور عراق کے بالائی علاقے سے عراق پہنچیں اور لوگوں کو اپنے ساتھ ملائیں اور انہیں اللہ کی طرف دعوت دیں۔ اگر وہ اسے قبول کر لیں تو ٹھیک ورنہ ان سے جزیہ وصول کریں اور اگر وہ جزیہ دینے سے انکار کریں تو پھر ان سے قتال کریں اور حکم فرمایا کہ کسی کو اپنے ساتھ قتال کے لیے نکلنے پر مجبور نہ کریں اور اسلام سے مرتد ہونے والے کسی بھی شخص سے مدد نہ لیں خواہ وہ بعد میں اسلام میں واپس بھی آ چکا ہو اور جس مسلمان کے پاس سے گزریں تو اسے اپنے ساتھ ملا لیں۔ پھر حضرت ابوبکرؓ حضرت خالدؓ کی امداد کے لیے لشکر کی تیاری میں لگ گئے۔

(البدایۃ والنہایۃ لابن اثیر، جلد ۳، جزء۶ صفحہ ۳۳۸، بعث خالد بن الولید الی العراق، دارالکتب العلمیۃ بیروت ۲۰۰۱ء)

حضرت خالد بن ولیدؓ نے یمامہ سے عراق کی طرف کوچ کے وقت اپنی فوج کو تین حصوں میں تقسیم کر دیا تھا

اور سب کو ایک ہی راستے پر روانہ نہیں کیا تھا بلکہ حضرت مُثَنّٰیؓ کو اپنی روانگی سے دو روز قبل روانہ کیا۔ ان کے بعد عَدِی بن حَاتِم اور عَاصِم بن عَمْرو کو ایک ایک دن کے فاصلے سے روانہ کیا۔ سب کے بعد حضرت خالد بن ولیدؓ خود روانہ ہوئے۔ ان سب سے حَفِیْر پر جمع ہونے کا وعدہ کیا تا کہ وہاں سے ایک دم اپنے دشمن سے ٹکرائیں۔ حَفِیْر جو ہے بصرہ سے مکہ کی طرف جاتے ہوئے پہلی منزل ہے۔ اور یہ لکھا ہے کہ یہ سرحد فارس کی تمام سرحدوں میں شان و شوکت کے لحاظ سے سب سے بڑی اور مضبوط سرحد تھی اور اس کا حاکم ھُرمُز تھا۔ یہاں کا سپہ سالار ایک طرف خشکی میں عربوں سے نبرد آزما ہوتا تھا اور دوسری طرف سمندر میں اہل ہند سے۔

(تاریخ الطبری جلد۲ صفحہ ۳۰۹، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ۲۰۱۲ء)
(معجم البلدان جلد۲ صفحہ ۳۱۹)
(الکامل فی التاریخ جلد۲ صفحہ ۲۳۹ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲۰۰۳ء)

بہرحال حضرت خالدؓ کے لشکر کی تعداد بہت کم تھی کیونکہ ایک تو اس کا بہت حصہ جنگ یمامہ میں کام آ چکا تھا۔ دوسرے حضرت ابوبکرؓ نے انہیں ہدایت کی تھی کہ اگر کوئی شخص عراق نہ جانا چاہے تو اس پر زبردستی نہ کی جائے اور اس کے ساتھ ہی ایک نہایت ہی اہم ہدایت یہ بھی دی کہ اس کے علاوہ کسی سابق مرتد کو جو دوبارہ اسلام لے بھی آیا ہو اس وقت تک اسلامی لشکر میں شامل نہ کیا جائے جب تک خلیفہ سے خاص طور پر اجازت حاصل نہ کر لی جائے۔ حضرت خالدؓ نے حضرت ابوبکرؓ کی خدمت میں مزید کمک بھیجنے کے لیے لکھا تو انہوں نے صرف ایک شخص قَعقَاعؑ بن عَمرو کو ان کی مدد کے لیے روانہ فرمایا۔ لوگوں کو بہت تعجب ہوا اور انہوں نے عرض کیا آپ خالد کی مدد کے لیے صرف ایک شخص کو روانہ کر رہے ہیں حالانکہ لشکر کا بیشتر حصہ اب ان سے علیحدہ ہو چکا ہے، الگ ہو چکا ہے۔ حضرت ابوبکرؓ نے جواب دیا جس لشکر میں قَعقَاعؑ جیسا شخص شامل ہو وہ کبھی شکست نہیں کھا سکتا۔ پھر بھی قَعقَاعؑ کے ہاتھ آپؓ نے خالد کو ایک خط بھیجا جس میں لکھا کہ وہ ان لوگوں کو اپنے لشکر میں شامل ہونے کی ترغیب دیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بدستور اسلام پر قائم رہے اور جنہوں نے مرتدین کے خلاف جنگوں میں حصہ لیا۔ یہ خط موصول ہونے پر حضرت خالدؓ نے اپنے لشکر کو ترتیب دینا شروع کر دیا۔

(حضرت ابوبکرؓ، صدیق اکبر از محمد حسین ہیکل مترجم، صفحہ 268، اشاعت 2004ء)

عراق کے کاشتکاروں کے سلسلہ میں حضرت ابوبکرؓ نے جو وصیت کی تھی اور جو حکمتِ عملی تھی اس کے بارے میں

لکھا ہے کہ عرب عراق کی سرزمینوں میں بطور کاشتکار کام کرتے تھے۔ فصل تیار ہونے پر انہیں بٹائی کا بہت تھوڑا حصہ ملتا تھا۔ اکثر حصہ ان ایرانی زمینداروں کے پاس چلا جاتا تھا جو ان زمینوں کے مالک تھے۔ یہ زمیندار غریب عربوں پر بے حد ظلم توڑتے تھے اور ان کے ساتھ غلاموں سے بھی بدتر سلوک کیا کرتے تھے۔ حضرت ابوبکرؓ نے عراق میں اپنے سالاروں کو حکم دے دیا کہ جنگ کے دوران میں ان عرب کاشتکاروں کو کوئی تکلیف نہ دی جائے اور نہ انہیں قتل کیا جائے اور نہ قیدی بنایا جائے۔ غرض ان سے کسی قسم کی بدسلوکی نہ کی جائے کیونکہ وہ بھی ان کی طرح عرب ہیں اور ایرانیوں کے ظلم وستم کی چکی میں پس رہے ہیں۔ انہیں اس بات کا احساس دلانا چاہیے کہ یہاں عربوں کی حکومت قائم ہونے سے ان کی مظلومانہ زندگی کے دن ختم ہو جائیں گے اور اب وہ اپنے ہم قوم لوگوں کی بدولت حقیقی عدل و انصاف اور جائز آزادی اور مساوات سے بہرہ ور ہو سکیں گے۔ حضرت ابوبکرؓ کی اس حکمت عملی نے مسلمانوں کو بے حد فائدہ پہنچایا۔ ان کی فتوحات کے راستے میں آسانیاں پیدا ہوگئیں اور انہیں یہ خدشہ نہ رہا کہ پیش قدمی کرتے وقت کہیں پیچھے سے حملہ ہو کر ان کا راستہ مسدود نہ ہو جائے۔

(حضرت ابوبکرؓ، صدیق اکبر از محمد حسین ہیکل مترجم، صفحہ 267-268، اشاعت 2004ء)

جب حضرت خالد بن ولیدؓ نے نِبَاجْ میں پڑاؤ ڈالا تو حضرت مُثَنّٰی اس وقت اپنی فوج کے ساتھ خَفَّانْ میں موجود تھے۔

نِبَاجْ بصرہ اور یمامہ کے درمیان ایک مقام ہے۔ خَفَّانْ کوفہ کے قریب ایک جگہ ہے۔ حضرت خالدؓ نے حضرت مُثَنّٰی کی طرف ایک خط لکھا کہ وہ آپؓ کے پاس آئیں اور اس کے ساتھ حضرت ابوبکرؓ کا وہ خط بھی بھیجا جس میں حضرت ابوبکرؓ نے حضرت مُثَنّٰی بن حَارِثہؓ کو حضرت خالدؓ کی اطاعت کا حکم دیا تھا۔

(تاریخ الطبری جلد ۲ صفحہ ۳۰۸ دارالکتب العلمیة بیروت ۲۰۱۲)

(فرہنگ سیرت صفحہ 296)

(معجم البلدان جلد ۲ صفحہ ۴۳۴ دارالکتب العلمیة بیروت)

یہ ساری تاریخ طبری کی روایت ہے۔ پہلے تو وہ تھی پھر یہ تھا کہ خالدؓ کو حضرت ابوبکرؓ نے خود بھیجا تھا۔ بہرحال پھر جنگیں ہوئیں۔ کون کون سی جنگیں ہیں؟ کیا ان کے نام تھے اور ان کی فتوحات کا تذکرہ ان شاء اللہ آئندہ ہو گا۔ یہ جنگیں جو مسلمانوں نے ایرانیوں کے خلاف عراق کے علاقے میں لڑیں اور اللہ تعالیٰ نے ان میں مسلمانوں کو حضرت ابوبکرؓ کے دورِ خلافت میں جو فتوحات عطا فرمائیں ان کا ذکر ہو گا۔ ان شاء اللہ۔

(الکامل فی التاریخ لابن اثیر جلد 2 صفحہ 201 ذکر اخبار الأسود العنسی بالیمن دار لکتب العلمیة بیروت 2006ء)

(الفضل انٹرنیشنل 29/ جولائی 2022ء)

بقیہ: ذیلی تنظیموں کے لئے خلفائے کرام کی مساعی......از صفحہ 14

تربیت اولاد کی اہمیت

پھر حضورؓ نے فرمایا کہ انصار اللہ کی ذمہ داری یہ ہے کہ اپنی اولاد کی صحیح تربیت کریں اور ان میں خلافت کی محبت قائم کریں۔ چنانچہ اسی لئے مجلس اطفال الاحمدیہ اور مجلس خدام الاحمدیہ کا قیام فرمایا۔ کہ اطفال اور خدام بالآخر انصار کے ہی بچے ہیں اور اگر پہلے قدم پر اطفال کی تربیت اچھی ہوگئی تو آگے خدام کی تربیت بھی صحیح ہو گی۔ فرمایا:

’’پہلی سیڑھی اطفال الاحمدیہ ہے۔ دوسری سیڑھی خدام الاحمدیہ ہے۔ تیسری سیڑھی انصار اللہ ہے اور چوتھی سیڑھی خدا تعالیٰ ہے۔ تم اپنی اولاد کی صحیح تربیت کرو اور دوسری طرف خدا تعالیٰ سے دعائیں مانگو تو یہ چاروں سیڑھیاں مکمل ہوجائیں گی۔‘‘

(بحوالہ الفضل انٹرنیشنل 13 ستمبر 2019ء صفحہ 18)

عبادتوں کے معیار کو بلند کرنا

جب انسان مجلس انصار اللہ میں شامل ہونے کی عمر کو پہنچتا ہے تو عمر کے اعتبار سے اپنی زندگی کے انجام کے آثار نظر آنے لگتے ہیں۔ اور آخرت کا خوف انسان کو اس بات پر مجبور کر دیتا ہے کہ خالص طور پر اللہ تعالیٰ کے حضور جھکے اور قربِ الٰہی حاصل کرے۔ چنانچہ اس حقیقت کو بیان کرتے ہوئے اور انصار کو اپنی عبادتوں کے معیاروں کو بلند کرنے کی تلقین فرماتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

’’آج انصار اللہ، اللہ کے مددگاروں کا یہ کام ہے کہ وہ اپنی عبادتوں کے بھی اعلیٰ معیار قائم کریں اور حسن سلوک کے بھی اعلیٰ معیار قائم کریں۔ ان کے گھروں سے ان کے ان اعلیٰ معیاروں کی خوشبوئیں اٹھتی ہوں، ان کے ماحول سے ان کے ان اعلیٰ معیاروں کی خوشبوئیں اٹھتی ہوں تبھی وہ پورے معاشرے میں اللہ کی مدد سے ان اعلیٰ معیاروں کی خوشبوئیں پھیلا سکتے ہیں۔ اللہ کو تو کسی بندے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ تو ایک اعزاز ہے جو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے بندوں کو دے رہا ہے کہ تم میری تعلیم پر عمل کرتے ہوئے اگر اس دنیا میں زندگی گزارو گے اور تم میری تعلیم کو دنیا میں پھیلاؤ گے تو اس طرح تم میرے دین کی مدد کر رہے ہو گے۔‘‘

(الفضل انٹرنیشنل 31 دسمبر 2004ء صفحہ 3)

مجلس انصار اللہ یوکے کے سالانہ اجتماع کے موقع پر خطاب کرتے ہوئے سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے انصار کو اپنی عملی حالتیں درست کرنے اور عبادتوں کی حفاظت کرنے کی اہمیت بیان کرتے ہوئے فرمایا:

’’انصار اللہ کی یہ بہت بڑی ذمہ داری ہے کہ اس بات کی اہمیت کو سمجھیں۔ اقامۃ الصلوٰۃ کا حق ادا کرنے والے بنیں۔ اپنے بچوں کو، اپنے گھر والوں کو نمازوں کی طرف توجہ دلائیں۔...اگر تمام انصار اس طرف توجہ کریں تو ایک انقلاب پیدا ہوسکتا ہے ...اگر ان لوگوں میں شامل ہونا ہے اور اپنی نسلوں کو ان لوگوں میں شامل کرنا ہے جن کی اللہ تعالیٰ پرواہ کرتا ہے تو پھر اپنی نمازوں کی، اپنی عبادتوں کی حفاظت کرنی ہو گی۔‘‘

(الفضل انٹرنیشنل، 1 فروری 2019ء، صفحہ 21، 24)

خلافت کی برکات کا زندہ نشان

مندرجہ بالا سطروں میں خلفائے احمدیت کے ارشاداتِ عالیہ کے آئینہ میں نہایت اختصار سے ذیلی تنظیموں کے لئے ان کی مساعی کا اجمالی تذکرہ ہوُا۔ حقیقت تو یہ ہے کہ ذیلی تنظیموں کا وجود، اور ان کی ترقی اور مضبوطی مکمل طور پر خلافت کی برکات کا عظیم الشان نشان ہے۔ ایسی منظم، متحد اور فعال تنظیمیں روئے زمین پر نہیں ملیں گی جس کے اراکین اطاعتِ امام کے جذبے سے سرشار اپنا تن من دھن خدا تعالیٰ کی راہ میں قربان کرنے کے لئے تیار ہوں۔ اور حقیقتاً تمام کامیابیاں خلافت سے وابستگی میں ہی ہیں۔ جیسا کہ ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں کہ:

’’اگر آپ نے ترقی کرنی ہے اور دنیا پر غالب آنا ہے تو میری آپ کو یہی نصیحت ہے اور میرا یہی پیغام ہے کہ آپ خلافت سے وابستہ ہو جائیں۔ اس حبل اللہ کو مضبوطی سے تھامے رکھیں۔ ہماری ساری ترقیات کا دارومدار خلافت سے وابستگی میں ہی پنہاں ہے۔‘‘

(الفضل انٹرنیشنل 23 مئی 2003ء صفحہ 1)

دعا کا تحفہ

مفسد قوم کے مقابل پر دعائے نصرت

حضرت لوط علیہ السلام نے اپنی قوم کو جب غیر اخلاقی حرکتوں سے باز رہنے کی تلقین کی تو انہوں نے جواب میں کہا کہ اگر تو سچا ہے تو عذاب لے آ۔ اس پر حضرت لوطؑ نے یہ دعا کی:

قَالَ رَبِّ انۡصُرۡنِیۡ عَلَی الۡقَوۡمِ الۡمُفۡسِدِیۡنَ ﴿۳۱﴾

(العنکبوت: 31)

اے میرے رب! مفسد قوم کے خلاف میری مدد کر۔

(قرآنی دعائیں از خزینۃ الدعا مرتبہ علامہ ایچ ایم طارق ایڈیشن 2014ء صفحہ 28-29)

مرسلہ: عائشہ چوہدری۔ جرمنی

غلام مصباح بلوچ۔ نائب صدر صف دوم مجلس انصار اللہ کینیڈا

اصحاب رسولؐ بحیثیت انصار اللہ

خدائے رحمٰن و رحیم جب دنیا میں انبیاء کی بعثت فرماتا ہے تو اُن کی نصرت کے لیے مخلصین کی ایک جماعت بھی انہیں عطا کرتا ہے اور اس لحاظ سے بھی آنحضرت ﷺ کو یہ فضیلت حاصل ہے کہ آپؐ کو عطا کی گئی جماعت میں وہ فدائیت اور اخلاص کا نمونہ تھا جس کی مثال کسی نبی کے ماننے والوں میں نہیں ملتی اور اس فدائیت اور وارفتگی کا اظہار ہمیں آغاز اسلام سے ہی صحابہ میں نظر آتا ہے۔سورۃ الصّف میں اللہ تعالیٰ نے جو مومنوں کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں کی طرح نَحۡنُ أَنۡصَارُ اللّٰہِ بننے کی تاکید فرمائی ہے اس کا یہ مطلب نہیں کہ صحابہ ٔرسولؐ بھی نَعُوۡذُ بِاللّٰہِ اس مقام سے پیچھے تھے بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ حضرت مسیح ناصریؑ کے انصار کی وہ شان نہیں تھی جو محمد رسول اللہ ﷺ کے انصار کی تھی، اس لحاظ سے علامہ فخر الدین الرازیؒ نے اپنی تفسیر میں اس آیت کے بہت ہی عمدہ معنی بیان فرمائے ہیں، وہ لکھتے ہیں:

قوله: ''کُوۡنُوۡٓا أَنۡصَارَ اللّٰہِ'' أمر بإدامة النصرة والثبات عليه، أي ودوموا على ما أنتم عليه من النصرة،....... (تفسیر مفاتیح الغیب، التفسیر الکبیر/ الرازی (ت 606ھ)۔سورۃ الصّف آیت نمبر 14) یعنی ''انصار اللہ ہو جاؤ'' میں یہ حکم ہے کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں نصرت اور مدد دینے میں مداومت اور ثبات حاصل کرو یعنی نصرت دین کی جس حالت پر تم ہو اِس پر ہمیشہ قائم رہو۔

سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے جماعت کو مزید فعّال اور منظّم کرنے کے لیے جب ذیلی تنظیموں میں تقسیم فرمایا تو اس میں مجلس انصار اللہ قائم کرنے کی جہاں اور اغراض تھیں وہاں ایک غرض یہ بھی تھی کہ مجلس انصار اللہ کے ممبران اپنے اندر صحابہ رسولؐ جیسی روح پیدا کریں چنانچہ حضورؓ نے اپنے افتتاحی خطاب برموقع سالانہ اجتماع مجلس انصار اللہ مرکزیہ 1956ء میں اصحاب رسولؐ کی عظیم الشان قربانیوں کی مثالیں دیتے ہوئے فرمایا: ''جب ہم انصارؓ کی تاریخ کو دیکھتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ ان لوگوں نے ایسی قربانیاں کی ہیں کہ اگر آپ لوگ جو انصار اللہ ہیں اُن کے نقش قدم پر چلیں تو یقیناً اسلام اور احمدیت دور دور تک پھیل جائے اور اتنی طاقت پکڑ لے کہ دنیا کی کوئی طاقت اس کے مقابلہ پر ٹھہر نہ سکے....''

(سبیل الرشاد جلد اول صفحہ 106)

یہ دراصل معلم ومزکی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی قوت قدسیہ کا اثر تھا کہ صحابہ نے ایسی عظیم الشان تبدیلیاں اپنے اندر پیدا کیں اور حیرت انگیز قربانیاں پیش کرنے والے ہوئے۔مجلس انصار اللہ کا عہد ہے کہ ''میں اقرار کرتا ہوں کہ اسلام احمدیت کی مضبوطی اور اشاعت اور نظامِ خلافت کی حفاظت کے لیے ان شاء اللہ آخر دم تک جد و جہد کرتا رہوں گا اور اس کے لیے بڑی سے بڑی قربانی پیش کرنے کے لیے ہمیشہ تیار رہوں گا، نیز میں اپنی اولاد کو بھی ہمیشہ خلافت سے وابستہ رہنے کی تلقین کرتا رہوں گا۔ ان شاء اللہ۔'' یعنی ہم اپنی زبان سے اس عہد کو دہرا کر اپنے آپ کو یہ باتیں ذہن نشین کراتے ہیں کہ یہ وہ کام ہیں جو ہم نے سرانجام دینے ہیں لیکن اصحاب رسولؐ کے وجود ایسے تھے جنہوں نے عملی طور پر اس عہد کی باتوں کو پورا کر کے دکھایا یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے فَمِنۡهُمۡ مَّنۡ قَضٰی نَحۡبَهٗ (الاحزاب:24) یعنی اُن میں سے وہ بھی ہے جس نے اپنی منت کو پورا کر دیا کے الفاظ میں خوشنودی کا سرٹیفیکیٹ پایا۔اس مضمون میں اصحاب رسولؐ کی زندگی سے چند واقعات پیش کیے جارہے ہیں جو ہمیں دین اسلام کی مضبوطی، اس کی اشاعت اور نظام خلافت کی حفاظت کا درس دیتے ہیں۔

دین اسلام کی مضبوطی اور اس کی اشاعت کے سامان کرنا

دین حق کو قبول کرنے کے بعد اس کی حفاظت اور مضبوطی بہت ضروری امر ہے، روایات میں ایمان کے متعلق آتا ہے ''یَزِیۡدُ وَیَنۡقُصُ'' کہ ایمان بڑھتا بھی ہے اور گھٹتا بھی ہے۔ پس ایمان لانے اور دین کو قبول کر لینے کے بعد مومن کا فرض ہے کہ اپنے ایمان کو گھٹنے سے بچائے اور اس کے ازدیاد کی فکر کرے۔صحابہ رسولؐ اس لحاظ سے اپنا محاسبہ کرتے رہتے تھے چنانچہ حضرت حنظلہ بن ربیع الکاتب رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے کہ وہ حالت جو رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں ہوتی ہے وہ حالت آپؐ کی مجلس سے اٹھنے کے بعد نصیب نہیں ہوتی پس نَافَقَ حَنۡظَلَةُ کہ حنظلہؓ تو منافق ہوگیا ہے۔ (جامع ترمذی کتاب صفة القیامة والرقائق والورع عن رسول اللہ صلی اللہ باب نمبر 59) پس جہاں ایمان اور دین کی مضبوطی کی اس قدر فکر ہو وہاں کیسے یہ تصور ہوسکتا ہے کہ دین میں کمی واقع ہوجائے گی اور یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام صوم وصلوٰۃ وغیرہ فرائض کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ ہمیشہ وقت نکال کر اپنے آپ کو رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں پہنچاتے تھے اور آپؐ کی پاکیزہ صحبت سے فیض پاتے تاکہ حضور ﷺ کے فرمودات سنیں اور اُن پر عمل کرنے والے ہوں۔ اس نیک کام کی طرف اتنی توجہ تھی کہ ایک طبقہ صحابہ کا ''اصحاب الصفہ'' کہلایا یعنی وہ جو حصول دین کی خاطر رسول اللہ ﷺ کے در پہ پڑے رہتے تھے۔کسب معاش کی ذمہ داری بھی انسان پر واجب ہے لیکن صحابہ جب اس ذمہ داری کے لیے جاتے تو رسول اللہؐ کی مجلس سے غیر حاضری کے ازالہ کے سامان بھی ساتھ کر جاتے، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اور میرے ایک انصار پڑوسی نے باریاں مقرر کی ہوئی تھیں کہ ایک دن وہ آپؐ کی صحبت میں دن گزارا کرے اور ایک دن مَیں۔ اس طرح ہم ایک دوسرے کو رسول اللہ ﷺ کی باتیں بتایا کرتے تھے۔

(بخاری کتاب العلم باب التَّنَاوُبِ فِی الۡعِلۡمِ)

حضور ﷺ کی محفل میسر نہ آتی تو آپس میں مجلس لگا کر فرمان الٰہی اور فرمان رسول کو دہراتے تاکہ دین کی باتیں ذہن نشین رہیں اور ان میں کوئی سستی واقع نہ ہو۔حضرت عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کبار صحابہ میں سے ایک تھے، وہ جب بھی کسی دوسرے صحابی سے ملتے تو کہتے تَعَالَ نُؤۡمِنۡ بِرَبِّنَا سَاعَةً (الاصابہ فی تمیز الصحابہ کتاب العین ذکر عبد اللہ بن رواحہؓ) یعنی آؤ تھوڑی دیر اپنے رب پر ایمان لے آئیں۔حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ ایک عظیم المرتبت صحابی تھے، انہوں نے ایک شخص سے کہا اِجۡلِسۡ بِنَا نُؤۡمِنۡ سَاعَةً. (بخاری کتاب الایمان باب الإِیمَانِ وَقَوۡلِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیۡهِ وَسَلَّمَ: ''بُنِیَ الإِسۡلَامُ عَلٰی خَمۡسٍ'') یعنی ہمارے ساتھ بیٹھو تاکہ ہم کچھ دیر ایمان والے بن جائیں۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ مومن نہیں تھے بلکہ یہ مراد ہے کہ ایمان کی باتیں کر کے ایمان تازہ کر لیں کیونکہ ایمان افروز باتیں کرنے سے ایمان میں تجدید آجاتی ہے اور از سر نو ایک تازگی اور بشاشت پیدا ہوجاتی ہے اور اپنی دینی حالت کو مضبوط کرنے کی یہ بھی ایک صورت ہے۔

دین کی مضبوطی اس کی تعلیمات پر عمل کرنے سے حاصل ہوتی ہے۔ اوامر کی ادائیگی یعنی جن کاموں کے کرنے کا دین نے حکم دیا ہے اُن کو بجالانا۔ اور نواہی سے اجتناب یعنی جن کاموں کے کرنے سے دین نے روکا ہے اُن سے اجتناب کرنا۔ حدیث میں آیا ہے: اَلۡإِیۡمَانُ بِضۡعٌ وَّسِتُّوۡنَ شُعۡبَةً کہ ایمان کے ساٹھ سے کچھ زائد حصے ہیں۔ (بخاری کتاب الایمان) اصحاب رسولؐ کی زندگی ان تعلیمات کے عملی نمونے سے بھری پڑی ہے۔ توحید کا اقرار اور شرک سے بیزاری، اتباع قرآن، محبت رسولؐ، اطاعت رسولؐ، نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج، والدین کی اطاعت و خدمت، صلہ رحمی، پڑوسیوں سے حسن سلوک، یتامیٰ کی خبر گیری، سلام کو رواج دینا، جنازے کے ساتھ جانا، بیوی بچوں کے حقوق ادا کرنا، ان کی تربیت کرنا، تبلیغ اسلام، جہاد، انفاق فی سبیل اللہ، ایثار، حیا وغیرہ یہ وہ سرخیاں ہیں جن پر ایمان اور عمل دین کو مضبوط کرتا ہے اور صحابہ کی سیرت انہی سرخیوں کی عمدہ مثال ہے۔

دین اور ایمان کی مضبوطی کا ایک ذریعہ یہ بھی ہے کہ معاندین کے پروپیگنڈے اور ان کی فتنہ پردازیوں سے اپنے آپ کو بچا کے رکھا جائے، ان کے پیدا کردہ وساوس اور دی گئی لالچ کو ردّ کر دیا جائے۔ معاندین اور منافقین کی پھیلائی گئی شرانگیزیوں اور فتنوں کا اصل علاج تو واقعہ افک کے ضمن میں مذکور یہی قرآنی فرمان ہے کہ لَوۡلَاۤ اِذۡ سَمِعۡتُمُوۡهُ ظَنَّ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ وَالۡمُؤۡمِنٰتُ بِاَنۡفُسِهِمۡ خَیۡرًا (النور: 13) یعنی جب تم نے یہ بات سنی تھی تو کیوں نہ مومن مردوں اور عورتوں نے اپنی قوم کے متعلق نیک گمان کیا۔مزید فرمایا: وَلَوۡلَاۤ اِذۡ سَمِعۡتُمُوۡهُ قُلۡتُمۡ مَّا یَکُوۡنُ لَنَاۤ اَنۡ نَّتَکَلَّمَ بِهٰذَا ٭ سُبۡحٰنَکَ هٰذَا بُهۡتَانٌ عَظِیۡمٌ ﴿۱۷﴾ یَعِظُکُمُ اللّٰهُ اَنۡ تَعُوۡدُوۡا لِمِثۡلِهٖۤ اَبَدًا اِنۡ کُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِیۡنَ ﴿۱۸﴾ (النور: 17-18) یعنی کیوں نہ ہوا کہ جب تم نے اِس بات کو سنا تھا تو فوراً کہہ دیا کہ یہ ہمارا کام نہیں کہ ہم اِس بات کو آگے دوہرائیں۔ اے خدا! تو پاک ہے یہ بہت بڑا بہتان ہے۔ اللہ تعالیٰ تم کو اس قسم کی بات کے دوبارہ کرنے سے ہمیشہ کے لیے روکتا ہے اگر تم مومن ہو۔

رسول اللہ ﷺ کا فرمان بھی اس مضمون میں نہایت مفید ہے کہ مِنۡ حُسۡنِ الۡاِسۡلَامِ الۡمَرۡءِ تَرۡکُهٗ مَا لَا یَعۡنِیۡهِ (سنن ابن ماجہ کتاب الفتن باب التَّثَبُّتِ فِی الۡفِتۡنَةِ) یعنی بندے کے بہترین اسلام کی ایک نشانی یہ بھی ہے کہ وہ ان باتوں سے دور رہے جن سے اُس کو کوئی کام نہیں۔ پس جب ایمان نصیب ہوگیا ہے تو پھر ایسے پروپیگنڈے، ایسے لٹریچر، ایسے بیانات اور ایسی وڈیوز وغیرہ سے احتراز ہی میں ایمان کی سلامتی ہے ورنہ ایسے پروپیگنڈے کا مقصد صرف اور صرف تعلقات اور ایمان کے رشتوں میں دراڑیں ڈالنا ہے۔ اس ضمن میں حضرت کعب بن مالک الانصاری رضی اللہ عنہ کی نہایت عمدہ مثال ہمارے سامنے موجود ہے کہ جب وہ بغیر کسی عذر کے غزوہ تبوک میں شامل نہ ہوئے تو آنحضرت ﷺ نے سزا کے طور پر مسلمانوں سے اُن کا مقاطعہ کرایا، یہ دن اُن کے لیے نہایت سخت تھے، انہی سزا کے دنوں میں حضرت کعبؓ کو غسان کے گورنر کا یہ خط ملا کہ قَدۡ بَلَغَنَا أَنَّ صَاحِبَكَ قَدۡ جَفَاكَ وَلَمۡ يَجۡعَلۡكَ اللّٰهُ بِدَارِ هَوَانٍ وَّلَا مَضۡيَعَةٍ فَالۡحَقۡ بِنَا نُوَاسِكَ. قَالَ فَقُلۡتُ حِيۡنَ قَرَأۡتُهَا وَهٰذِهٖ أَيۡضًا مِّنَ الۡبَلَاءِ. فَتَيَامَمۡتُ

بِهَا التَّنُّورَ فَسَجَرْتُهَا بِهَا (صحیح مسلم کتاب التوبۃ باب حَدِيثِ تَوْبَةِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ وَصَاحِبَيْهِ) یعنی ہمیں یہ خبر ملی ہے کہ تمہارے صاحب نے تم سے لا تعلقی کر لی ہے۔ اللہ نے تمہارے لیے بس رسوائی اور ہلاکت کا گھر ہی نہیں بنایا تم ہمارے ساتھ آ ملو ہم تمہاری خیر خواہی کریں گے۔ حضرت کعبؓ کہتے ہیں کہ جب میں یہ خط پڑھا تو اپنے آپ سے کہا کہ یہ (خط) بھی ایک ابتلاء ہے پس میں نے اُسے آگ میں پھینکنے کی نیت کر لی اور اُسے جلا ڈالا۔

دین کی اشاعت میں بھی صحابہ کا کردار نہایت اعلیٰ ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کو تاکید فرمائی تھی بَلِّغُوْا عَنِّيْ وَلَوْ اٰيَةً (بخاری کتاب أحادیث الانبیاء باب مَا ذُكِرَ عَنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ) یعنی میری باتیں آگے پہنچاؤ اگرچہ ایک ہی آیت ہو۔ یا فتح مکہ کے موقع پر حاضر صحابہ کو مخاطب کر کے فرمایا: وَلْيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ یعنی جو یہاں حاضر ہیں وہ (میرا یہ پیغام) غیر حاضر لوگوں کو پہنچادیں۔ چنانچہ صحابہ نے ہمیشہ اس حکم نبویؐ کی تعمیل میں قرآن اور رسولؐ کے پیغام کی اشاعت میں اپنی زندگیاں بسر کیں چنانچہ مؤخر الذکر حکم رسولؐ کی پیروی میں ہی حضرت ابو شریح الخزاعی رضی اللہ عنہ نے یزید بن معاویہ کے دور میں ایک مرتبہ امیر مدینہ عمرو بن سعید کو جبکہ وہ مکہ کی طرف لشکر بھیج رہا تھا، کہا کہ اے امیر! مجھے اجازت دیں، میں آپ کو ایک ایسی بات بتاؤں جو رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کے اگلے دن فرمائی تھی جسے میرے کانوں نے سنا اور میرے دل نے محفوظ رکھا .... (صحیح مسلم کتاب الحج باب تَحْرِيمِ مَكَّةَ وَصَيْدِهَا وَخَلَاهَا وَشَجَرِهَا وَلُقَطَتِهَا إِلَّا لِمُنْشِدٍ عَلَى الدَّوَامِ۔ الاصابہ فی تمییز الصحابہ باب الکنی ذکر أبو شریح الخزاعیؓ) اشاعت دین کا یہ جوش اور جذبہ آخر عمر تک صحابہ میں موجزن رہا۔ حضرت عبادہ بن صامت الانصاری رضی اللہ عنہ نے اپنی موت کے قریب کی حالت میں ایک شخص سے فرمایا کہ اللہ کی قسم ہر حدیث جو میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنی تھی جس میں تمہارے لیے بھلائی تھی وہ میں نے تمہارے سامنے بیان کر دی ہے سوائے ایک حدیث کے جو میں آج تمہیں بتاؤں گا جبکہ میں موت کی گرفت میں ہوں....

(صحیح مسلم کتاب الایمان باب مَنْ لَقِيَ اللّٰهَ بِالْإِيمَانِ وَهُوَ غَيْرُ شَاكٍّ فِيهِ دَخَلَ الْجَنَّةَ وَحَرُمَ عَلَى النَّارِ)

خلافت کی حفاظت میں صحابہ کا نمونہ

صحابہ رسولؐ نے آپؐ کی حفاظت اور سلامتی کے لیے اپنا تن، من اور دھن سب کچھ قربان کر دیا۔ جانوں کی قربانی کا جو نمونہ اصحاب رسولؐ نے دکھایا کسی نبی کی امت میں ایسا نمونہ دیکھنے کو نہیں ملتا۔ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد خلافت کے قیام اور اس کی حفاظت اور استحکام کے لیے بھی ہر بڑی سے بڑی قربانی پیش کرنے سے دریغ نہ کیا۔ قیام خلافت کے لیے جد و جہد کے ذکر میں امام ابن حجر العسقلانیؒ نے اپنی شرح بخاری میں یہ بات درج فرمائی ہے کہ ''أَنَّ إِقَامَةَ الْخَلِيفَةِ سُنَّةٌ مُؤَكَّدَةٌ .... وَبِأَنَّهُمْ تَرَكُوا لِأَجْلِ إِقَامَتِهَا أَعْظَمَ الْمُهِمَّاتِ وَهُوَ التَّشَاغُلُ بِدَفْنِ النَّبِيِّ ﷺ حَتَّى فَرَغُوا مِنْهَا۔'' (فتح الباری شرح صحیح البخاری کتاب فضائل الصحابہ باب قول النبی ﷺ ''لَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا خَلِيلًا'') یعنی خلافت کا قیام ایک سنت موکدہ ہے.... اور یہ کہ انہوں (صحابہ) نے اس (خلافت) کے قائم کرنے کی خاطر بعض عظیم الشان کام بھی چھوڑ دیے جن میں سے کہ حضرت نبی کریم ﷺ کی تدفین بھی تھی، جب تک کہ وہ اس (قیام خلافت) سے فارغ نہیں ہوئے۔ جب خلافت کا قیام عمل میں آ گیا تو پھر اس کی کامل اطاعت اور اُس سے کامل وابستگی کا عمدہ نمونہ دکھایا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جیسے پُر جوش لوگ بھی خلافت کے آگے سر تسلیم خم کیے نظر آئے، آنحضرت ﷺ کی وفات کے موقع پر جب خلافت کے قیام کا عمل ابھی جاری تھا اور انصار سے بات کرنے کا مرحلہ جاری تھا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے اس موقع پر بات کرنی چاہی اور اس کے لیے میں نے بڑی اچھی تیاری کر لی تھی یہاں تک کہ مجھے لگتا تھا کہ حضرت ابو بکرؓ بھی اس حد نہیں بول پائیں گے لیکن حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ مجھے خاموش کرادیا اور جب خود خطاب کیا تو لوگوں میں سے سب سے زیادہ بلیغ خطاب کیا۔ (صحیح البخاری کتاب فضائل الصحابہ باب قول النبی ﷺ ''لَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا خَلِيلًا'') پھر قیام خلافت کے بعد خلیفہ کے آگے اپنی رائے ضرور دیتے لیکن جو فیصلہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کرتے، اپنی رائے کو چھوڑ کر اُس فیصلہ کی پاسداری کرتے چنانچہ مسیلمہ کذاب اور اس کے ساتھی باغیوں کے منع زکوۃ وغیرہ معاملات کے نتیجے میں جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اُن سے جنگ کا فیصلہ کیا تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کی كَيْفَ تُقَاتِلُ النَّاسَ یعنی آپ کیسے ان لوگوں سے جنگ کریں گے، وہ تو لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہتے ہیں اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ جب کوئی کلمہ پڑھ لے تو پھر اس کی جان و مال کی حفاظت میری ذمہ داری ہے۔ لیکن جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے وجہ بتا کر اپنا فیصلہ سنایا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ بعد میں یہی کہنے لگے کہ فَعَرَفْتُ أَنَّهُ الْحَقُّ یعنی میں بھی اس نتیجہ پر پہنچا کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ ہی حق پر تھے۔

(بخاری کتاب الزکوۃ باب وُجُوبِ الزَّكَاةِ)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جلیل القدر صحابہ میں سے تھے، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں اہل کوفہ کی تعلیم و تربیت کے لیے بطور مربی مقرر فرمایا۔ بعد میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں آپ کو کوفہ کا امیر مقرر فرما دیا۔ بعد ازاں حضرت عثمان غنیؓ نے بعض مصالح کی بنا پر آپ کو امارت سے ہٹا کر مدینے واپس آنے کا فرمایا تو اہل کوفہ نے آپ سے کہا کہ آپ یہیں رہیں اور ہم ہر ایسی بات کو روک دیں گے جسے آپ ناپسند کریں گے۔ تو آپؓ نے فرمایا: ''اِنّ لہٗ علیّ حق الطاعۃ، ولا أحِبّ أن أکون أوّل من فتح باب الفتن'' یعنی ان (خلیفہ وقت) کی اطاعت مجھ پر واجب ہے اور میں ہرگز پسند نہیں کرتا کہ اُن کی نافرمانی کر کے میں فتنہ کا کوئی دروازہ کھولوں۔

(الاصابہ فی تمییز الصحابہ کتاب العین ذکر عبد اللہ بن مسعود بن غافل)

چنانچہ آپ خلیفہ وقت کی اطاعت کا عمدہ نمونہ پیش کرتے ہوئے اہم عہدہ چھوڑ کر مدینہ واپس آ گئے اور اپنے ذاتی نمونہ سے خلافت کے مقام و مرتبہ اور اس کی حفاظت کا درس لوگوں کو دے آئے۔

خلافت راشدہ اولیٰ کے زمانہ میں منافقوں نے جب خلافت پر نکتہ چینیاں شروع کیں اور خلافت کی قدر و منزلت کم کرنے کے لیے افواہوں کے ذریعہ وساوس کا جال بچھایا تو صحابہ نے ان فتنوں کا ہر طرح سے مقابلہ کیا اور مقام خلافت اور اس کی اہمیت کا احساس بار بار ان لوگوں کو دلایا۔ حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے جب دیکھا کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے خلاف لوگ اپنی شر پسندی سے باز آنے والے نہیں تو انہیں تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا: يَا قَوْمِ لَا تَسُلُّوا سَيْفَ اللّٰهِ فِيكُمْ، فَوَاللّٰهِ إِنْ سَلَلْتُمُوهُ لَا تُغْمِدُوهُ! ..... إِنَّ مَدِينَتَكُمْ مَحْفُوفَةٌ بِالْمَلَائِكَةِ فَإِنْ قَتَلْتُمُوهُ لَيَتْرُكُنَّهَا (الکامل فی التاریخ المعروف ابن اثیر۔ سنہ 35 للھجرۃ۔ ذکر مقتل عثمان) یعنی اے لوگو! تم اپنے اوپر اللہ کی تلوار کو نہ نکالو۔ خدا کی قسم اگر تم اس تلوار کو نیام سے باہر نکال لو گے تو تم اسے نیام میں نہیں رکھ سکو گے .... تمہارا مدینہ ملائکہ کی حفاظت میں ہے پس اگر تم نے ان (حضرت عثمانؓ) کو قتل کیا (اور نظام خلافت کو مٹانا چاہا) تو پھر وہ ملائکہ اس شہر کو چھوڑ کر چلے جائیں گے۔

ایک اور عظیم المرتبت صحابی حضرت حنظلہ بن ربیع الکاتب رضی اللہ عنہ نے خلافت جیسی نعمت خداوندی کی ناشکری ہوتے دیکھی تو تعجب کے ساتھ فرمایا:

عَجِبْتُ لِمَا يَخُوضُ النَّاسُ فِيهِ
يَرُومُونَ الْخِلَافَةَ أَنْ تَزُولَا
وَلَوْ زَالَتْ لَزَالَ الْخَيْرُ عَنْهُمْ
وَلَاقَوْا بَعْدَهَا ذُلًّا ذَلِيلَا
وَكَانُوا كَالْيَهُودِ وَكَالنَّصَارَى
سَوَاءً كُلُّهُمْ ضَلُّوا السَّبِيلَا

(کتاب الکامل فی التاریخ لابن اثیر۔ سنۃ خمس و ثلاثین۔ ذکر مقتل عثمانؓ)

ترجمہ: مجھے حیرت ہے کہ لوگ کن باتوں میں پڑ گئے ہیں، وہ خلافت کو طعن و تشنیع کا نشانہ بنا کر اُسے مٹانا چاہتے ہیں۔ اگر یہ (خلافت) مٹ گئی تو پھر ان سے خیر و برکت بھی مٹ جائے گی اور اس کے بعد شدید ذلّت میں جا پڑیں گے اور یہود و نصاریٰ کی طرح ہو جائیں گے اور راستہ سے بھٹکنے کے لحاظ سے وہ سب برابر ہو جائیں گے۔

غرضیکہ صحابہ نے خلافت کی حفاظت اور اس کے مقام و مرتبہ کو اجاگر کرنے کے لیے ہر ممکن کوشش کی اور اطاعت خلافت کا حسین نمونہ پیش کرتے ہوئے پوری جد وجہد سے اس کی اہمیت لوگوں کے دلوں میں ڈالنے کی کوشش کی۔ جماعت احمدیہ میں مجلس انصار اللہ کا قیام ہمیں انہی نَحْنُ أَنْصَارُ اللّٰهِ کے مصداق اصحاب رسولؐ کے نقش قدم پر چلنے کا سبق دیتا ہے۔ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

''...... آنحضرت ﷺ کے صحابہ کو اللہ تعالیٰ کا حکم ملا کہ كُونُوٓا أَنْصَارَ اللّٰهِ کہ تم اللہ تعالیٰ کے دین کے مددگار بن جاؤ، تو کیا مہاجرین اور کیا انصار سب ہی اس اعزاز کو پانے کی دوڑ میں شامل ہو گئے اور وہ کارہائے نمایاں دکھائے، ایسے ایسے کام کیے کہ ان کو دیکھ کر حیرانی ہوتی ہے۔ یہ سب کچھ جو ہم غیر معمولی قربانیوں کے معیار اور اپنی حالتوں کو یکسر بدلنے کے نظارے صحابہ میں دیکھتے ہیں یہ اللہ اور اس کے رسول سے غیر معمولی محبت کی وجہ سے تھا، جو محبت صحابہ کے ایمانوں کی ترقی نے پیدا کر دی تھی۔ ان کی عبادتوں کے معیار بھی ایسے تھے کہ جس کا کوئی مقابلہ نہیں، ان کے دین کی خاطر جان، مال، وقت کی قربانی کے معیار بھی ایسے تھے کہ جن کا کوئی مقابلہ نہیں، ان کی آپس کی محبت اور ایک دوسرے کے حقوق کا خیال رکھنے کے معیار بھی ایسے تھے کہ حیرت ہوتی ہے ..... جب نَحْنُ أَنْصَارُ اللّٰهِ کا اعلان کیا تو اپنا سب کچھ اللہ، رسول اور اس کے دین پر نچھاور کر دیا۔ پس یہ نمونے ہیں جو آج آپ انصار اللہ کہلانے والوں نے دکھانے ہیں۔''

(خطاب بر موقع اجتماع مجلس انصار اللہ برطانیہ 5 نومبر 2006ء
بحوالہ الفضل 12/ جنوری تا 18/ جنوری 2007ء صفحہ 3،4)

پروفیسر مجید احمد بشیر

فَمِنۡہُمۡ مَّنۡ قَضٰی نَحۡبَہٗ کی زندہ جاوید مثالیں

انصار شہداء کی لازوال داستانیں

قسط 1

مِنَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ رِجَالٌ صَدَقُوۡا مَا عَاہَدُوا اللّٰہَ عَلَیۡہِ ۚ فَمِنۡہُمۡ مَّنۡ قَضٰی نَحۡبَہٗ وَمِنۡہُمۡ مَّنۡ یَّنۡتَظِرُ ۫ۖ وَمَا بَدَّلُوۡا تَبۡدِیۡلًا ﴿۲۳﴾

(الاحزاب:24)

مومنوں میں ایسے مرد ہیں جنہوں نے جس بات پر اللہ سے عہد کیا تھا اُسے سچا کر دکھایا۔ پس اُن میں سے وہ بھی ہے جس نے اپنی منّت کو پورا کر دیا اور ان میں سے وہ بھی ہے جو ابھی انتظار کر رہا ہے اور انہوں نے ہرگز (اپنے طرزِ عمل میں) کوئی تبدیلی نہیں کی۔

شہدائے احمدیت کی لازوال اور عجوبہ روزگار قربانیوں سے جماعت کی صد سالہ تاریخ معطر ہے۔ تاریخ گواہ ہے کہ جماعت احمدیہ میں انصار بھی اس میدان میں کسی سے پیچھے نہیں رہے۔ اور خدا کے مامور زمانہ کی ندا مَنۡ اَنۡصَارِیۡۤ اِلَی اللّٰہِ کے جواب میں ہمیشہ ایک ہی نعرہ بلند کیا نَحۡنُ اَنۡصَارُ اللّٰہِ اور آخری سانس تک اپنے اس عہد کو نبھایا اور اس کی خوب لاج رکھی حتیٰ کہ دین کی راہ میں اپنی جانوں کی قربانی سے بھی گریز نہ کیا۔ کیونکہ وہ جانتے تھے کہ آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے صحابہؓ کے پاک نمونوں کی روشنی میں قرآنی پیشگوئی وَّاٰخَرِیۡنَ مِنۡہُمۡ لَمَّا یَلۡحَقُوۡا بِہِمۡ کے مصداق مامور زمانہ عاشق رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی اتباع میں وہ رسول خدا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے یہ سند پالیں گے ’’حُبُّ الۡاَنۡصَارِ مِنَ الۡاِیۡمَانِ‘‘ یعنی انصار کی محبت جزو ایمان ہے۔

یہ یقیناً وہی لوگ ہیں جن کے بارہ میں امام زمانہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے عہد مبارک میں کابل میں اپنی جان کا نذرانہ پیش کرنے والے وفا کے پتلے حضرت صاحبزادہ مولوی عبد اللطیف صاحب شہید کے تذکرہ کے ضمن میں فرمایا تھا کہ: ’’جب میں اس استقامت اور جانفشانی کو دیکھتا ہوں جو صاحبزادہ مولوی محمد عبد اللطیف مرحوم سے ظہور میں آئی تو مجھے اپنی جماعت کی نسبت بہت امید بڑھ جاتی ہے۔ کیونکہ جس خدا نے بعض افراد اس جماعت کو یہ توفیق دی کہ نہ صرف مال بلکہ جان بھی اس راہ میں قربان کر گئے۔ اُس خدا کا صریح یہ منشاء معلوم ہوتا ہے کہ وہ بہت سے ایسے افراد اس جماعت میں پیدا کرے جو صاحبزادہ مولوی عبد اللطیف کی رُوح رکھتے ہوں۔‘‘

(تذکرۃ الشہادتین، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 75)

سید الشہداء حضرت صاحبزادہ عبد اللطیف صاحب شہید جماعت احمدیہ میں وہ پہلے ناصر تھے جنہوں نے اللہ کی راہ میں جان کا نذرانہ پیش کر کے قربانیوں جو بیج بویا وہ ہمارے لئے اسوۂ حسنہ ہے اور رہتی دنیا تک قائم رہے گا۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام احباب جماعت کو نصیحت یاد رکھنے کے لائق ہے:

’’صاحبزادہ عبد اللطیف شہید کی شہادت کا واقعہ تمہارے لئے اسوہ حسنہ ہے۔ تذکرۃ الشہادتین کو بار بار پڑھو اور دیکھو کہ اس نے ایمان کا کیسا نمونہ دکھایا۔ اس نے دنیا اور اس کے تعلقات کی کچھ بھی پرواہ نہیں کی۔ بیوی یا بچوں کا غم اس کے ایمان پر کوئی اثر نہیں ڈال سکا۔ دنیوی عزت اور منصب اور تنعم نے اس کو بزدل نہیں بنایا۔ اس نے جان دینی گوارا کی مگر ایمان کو ضائع نہیں کیا۔ عبد اللطیف کہنے کو مارا گیا یا مر گیا مگر یقیناً سمجھو کہ وہ زندہ ہے اور کبھی نہیں مرے گا............ وہ تھا کہ خدا کو مقدم کیا اور کسی دکھ کی جو خدا کے واسطے ان پر آنے والا تھا پرواہ نہ کی اور ثابت قدم رہ کر ایک نہایت عمدہ نمونہ اپنے کامل ایمان کا چھوڑ گئے۔ وہ بڑے فاضل عالم اور محدث تھے۔‘‘

(ملفوظات جلد سوم صفحہ 511-512۔ جدید ایڈیشن)

تذکرہ میں ایک الہام 1884ء اور 1893ء کا اس طرح ذکر ہے:

’’شاتان تذبحان و کل من علیھا فان یعنی دو بکریاں ذبح کی جائیں گی............ اور موت سے کسی کو خلاصی نہیں‘‘ (تذکرہ صفحہ:69) اس سے مراد حضرت صاحبزادہ عبد اللطیف صاحب شہید اور ان کے شاگرد حضرت مولوی عبد الرحمٰن صاحب شہید ہیں

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے عہد کے ان دو جانثاروں کا ذکر خیر کرتے ہوئے اپنی کتاب تذکرۃ الشہادتین میں تحریر فرماتے ہیں:

’’یاد رہے کہ اولیاء اللہ اور وہ خاص لوگ جو خدا تعالیٰ کی راہ میں شہید ہوتے ہیں۔ وہ چند دنوں کے بعد پھر زندہ کئے جاتے ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلَا تَحۡسَبَنَّ الَّذِیۡنَ قُتِلُوۡا فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ اَمۡوَاتًا ؕ بَلۡ اَحۡیَآءٌ (اٰل عمران:170) یعنی تم ان کو مردے مت خیال کرو جو اللہ کی راہ میں قتل کئے جاتے ہیں وہ تو زندے ہیں۔ پس شہید مرحوم کا اسی مقام کی طرف اشارہ تھا۔ اور مَیں نے ایک کشفی نظر میں دیکھا۔ کہ ایک درخت سرو کی ایک بڑی لمبی شاخ۔۔۔۔ جو نہایت خوبصورت اور سرسبز تھی ہمارے باغ میں سے کاٹی گئی ہے۔ اور وہ ایک شخص کے ہاتھ میں ہے۔ تو کسی نے کہا کہ اس شاخ کو اس زمین میں جو میرے مکان کے قریب ہے۔ اُس بیری کے پاس لگا دو جو اس سے پہلے کاٹی گئی تھی۔ اور پھر دوبارہ اُگے گی اور ساتھ ہی مجھے یہ وحی ہوئی کہ کابل سے کاٹا گیا اور سیدھا ہماری طرف آیا۔ اس کی میں نے یہ تعبیر کی کہ تخم کی طرح شہید مرحوم کا خون زمین پر پڑا ہے۔ اور وہ بہت بارور ہو کر ہماری جماعت کو بڑھاوے گا۔ اس طرف میں نے یہ خواب دیکھی اور اس طرف شہید مرحوم نے کہا کہ چھ روز تک میں زندہ کیا جاؤں گا۔ میری خواب اور شہید مرحوم کے اس قول کا مآل ایک ہی ہے۔ شہید مرحوم نے مر کر میری جماعت کو ایک نمونہ دیا ہے۔ اور درحقیقت میری جماعت ایک بڑے نمونہ کی محتاج تھی۔ اب تک ان میں ایسے بھی پائے جاتے ہیں کہ جو شخص ان میں سے ادنیٰ خدمت بجالاتا ہے وہ خیال کرتا ہے کہ اس نے بڑا... کام کیا ہے۔ اور قریب ہے کہ وہ میرے پر احسان رکھے۔ حالانکہ خدا کا اس پر احسان ہے کہ اس خدمت کے لئے اس نے اس کو توفیق دی۔ بعض ایسے ہیں کہ پورے زور اور پورے صدق سے اس طرف نہیں آئے۔ اور جس قوت ایمان اور انتہا درجہ کے صدق و صفا کا وہ دعویٰ کرتے ہیں آخر تک اس پر قائم نہیں رہ سکتے۔ اور دنیا کی محبت کے لئے دین کو کھو دیتے ہیں۔ اور کسی ادنیٰ امتحان کی بھی برداشت نہیں کر سکتے۔ خدا کے سلسلے میں بھی داخل ہو کر اُن کی دنیا داری کم نہیں ہوتی۔ لیکن خدا تعالیٰ کا ہزار ہزار شکر ہے۔ کہ ایسے بھی ہیں کہ وہ سچّے دل سے ایمان لائے اور سچے دل سے اس طرف کو اختیار کیا۔ اور اس راہ کے لئے ہر ایک دُکھ اُٹھانے کے لئے طیار ہیں۔ لیکن جس نمونہ کو اس جواں مرد نے ظاہر کر دیا۔ اب تک وہ قوتیں اس جماعت کی مخفی ہیں۔ خدا سب کو وہ ایمان سکھاوے۔ اور وہ استقامت بخشے جس کا اس شہید مرحوم نے نمونہ پیش کیا ہے۔ یہ دنیوی زندگی جو شیطانی حملوں کے ساتھ ملی ہوئی ہے کامل انسان بننے سے روکتی ہے۔ اور اس سلسلہ میں بہت داخل ہوں گے۔ مگر افسوس کہ تھوڑے ہیں کہ یہ نمونہ دکھائیں گے۔‘‘

(تذکرۃ الشہادتین، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 57-58)

عشق و وفا کی یہ داستانیں خلفائے سلسلہ کی زبان مبارک سے بھی دہرائی جاتی رہی ہیں۔ چنانچہ حضرت مصلح موعودؓ نے جماعت کو ہدایت فرمائی کہ: ’’تذکرۃ الشہداء کے نام سے ایک کتاب تیار ہو جس میں تاریخی طور پر تمام شہداء کے حالات جمع ہوتے رہیں تا آئندہ نسلیں ان کارناموں پر مطلع ہوتی رہیں۔‘‘

(انوار العلوم جلد 8 صفحہ 468)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے جماعت کو نصیحت فرمائی کہ ’’زندہ قومیں خدا کی راہ میں شہید ہونے والوں کو کبھی مرنے نہیں دیا کرتیں۔ وہ خدا کی راہ میں قربانی کرنے والوں کو ہمیشہ زندہ رکھتی ہیں تا کہ قیامت تک آئندہ آنے والی نسلیں ان کو دعائیں دیتی رہیں۔‘‘ (خطبہ جمعہ فرمودہ 11 فروری 1983ء، خطبات طاہر جلد 2 صفحہ 84) حضرت مرزا طاہر احمد، خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے خطبات جمعہ میں جماعت احمدیہ میں شہادت کا بلند مرتبہ پانے والے خوش نصیب احمدیوں کے ذکر خیر کا سلسلہ فرمایا تھا اس کو طاہر فاؤنڈیشن ربوہ نے کتابی شکل میں مرتب کر کے شائع کیا۔ اس میں آغاز احمدیت سے لیکر خلافت رابعہ تک کے شہداء کی قابل تقلید قربانیوں، پاکیزہ زندگی اور اوصاف حمیدہ کا دلنشین اور پر اثر تذکرہ ہے۔

مورخہ 14 اپریل 1999ء کو خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے قابل فخر فرزند محترم صاجزادہ مرزا غلام قادر صاحب نے شہادت کا اعزاز پایا اور 16 اپریل کو خطبہ جمعہ میں حضورؒ نے شہید مرحوم کا تذکرہ فرمایا، اگلے جمعہ میں سید الشہداء حضرت سید عبد اللطیف صاحب رضی اللہ عنہ کا ذکر خیر فرمایا، اس کے بعد حضورؒ نے شہدائے احمدیت کے تذکرہ پر مبنی سلسلہ شروع فرمایا جو 23 جولائی 1999 تک جاری رہا، یہ کل 15 خطبات جمعہ تھے۔

اسی طرح خلافت خامسہ میں ہونے والی شہادتوں بالخصوص 28 مئی 2010ء کی عظیم الشان اجتماعی قربانی میں شامل تمام شہداء کا دلگداز تذکرہ ہمارے پیارے امام سیدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی زبان مبارک سے خطبات جمعہ میں تسلسل سے جاری ہے۔

سال 2010ء میں 28 مئی کو جمعۃ المبارک کا دن تاریخ احمدیت میں ہمیشہ زندہ رہے گا جب لاہور شہر کی مرکزی مساجد میں دنیا کی مصروفیات چھوڑ کر محبت الٰہی کی خاطر جمع ہونے والے سینکڑوں نہتے اور معصوم احمدیوں پر مسلح اور سفاک دہشت گردوں نے نہایت بے دردی سے گولیوں اور گرنیڈوں کی بوچھاڑ کر دی اور ان احمدی پیر و جوان نے اجتماعی شہادت کو مومنانہ شان سے قبول کیا اور خدا کے پیارے ٹھہرے۔ جماعتی تاریخ کی اس سب سے دردناک اور سب سے بڑی اجتماعی قربانی میں 86 احمدی شہید اور متعدد شدید زخمی ہوئے۔ یہ سب لوگ احمدیت کی تاریخ میں ان شاء اللہ ہمیشہ روشن ستاروں کی طرح چمکتے رہیں گے۔ سانحۂ لاہور میں قربان ہونے والے 86 جانثاروں میں بھی 62 اراکین انصار اللہ تھے۔ جن میں 92 اور 93 سال کے بوڑھے بھی شامل تھے۔ یہ سب استقامت کے وہ شہزادے ہیں جنہوں نے کمال جوان مردی اور صبر سے موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر اسے گلے لگایا۔ آخری لمحات میں بھی ان کی زبانوں پر کلمہ کا ورد، دعائیں اور درود شریف تھا۔

مجلس انصار اللہ پاکستان کو اس تاریخی سانحہ کے موقع پر شہداء اور ان کے لواحقین کی خدمت کی خصوصی سعادت نصیب ہوئی۔ جماعتی فیصلہ

کے مطابق شہداء کی میّتوں کو لاہور سے لانے کے بعد انصار اللہ کے زیریں حال میں رکھا گیا اور یہیں شہداء کے دیدار اور نماز جنازہ کا انتظام تھا۔ انصار اللہ پاکستان کے عہدیداران اور کارکنان مہمان نوازی کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ انصار اللہ پاکستان کے تینوں گیسٹ ہاؤسز میں شہداء کی فیملیز اور لواحقین کے قیام و طعام کا انتظام کیا گیا۔

اجتماعی قربانی کے اس واقعہ پر حضرت امیر المومنین مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے 28 مئی سے 9 جولائی تک اپنے 7 خطبات جمعہ میں ان شہداء اور زخمیوں کی جرأت و بہادری، عزم و ہمت اور ان کے پسماندگان کے صبر و استقامت کے عظیم الشان اور درخشندہ نمونوں اور شہدائے لاہور کے اخلاق حسنہ اور اوصاف حمیدہ کا بہت ہی قابل رشک اور دلگداز تذکرہ فرمایا۔ اسی تسلسل میں حضور انور نے جلسہ سالانہ جرمنی 2010ء کے موقع پر 27 جون کو نہایت ہی پرشوکت، جلالی شان والا اور ولولہ انگیز اختتامی خطاب فرمایا تھا۔ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے اس خطاب میں فرمایا تھا کہ یہ مخالفتیں اور ظلم جماعت کا بال بھی بیکا نہیں کرسکتیں اور متنبہ فرمایا کہ دنیا کی کوئی طاقت ہزار کوششوں کے باوجود بھی جماعت کو پھلنے پھولنے اور بڑھنے سے نہیں روک سکتی۔ جہاں باپ کے شہید ہونے پر اس کے نو دس سالہ بیٹے کو ماں نے اگلے ہی جمعہ پڑھنے کے لئے یہ کہہ کر بھیجا کہ وہیں کھڑے ہو کر جمعہ پڑھنا جہاں اس کا باپ شہید ہوا تھا تا کہ اسے یہ احساس رہے کہ موت اسے اس عظیم مقصد کے حصول سے کبھی خوفزدہ نہیں کرسکتی جس کے لئے اس کا باپ شہید ہوا تھا تو کوئی دشمن، کوئی دنیاوی طاقت ان کی ترقی کو نہیں روک سکتی۔

آخر میں فرمایا کہ: ’’پس ہماری کوشش ہونی چاہیئے کہ ان واقعات نے جو جماعتی قربانی کی صورت میں ہوئے جس طرح پہلے سے بڑھ کر ہمیں خدا تعالیٰ کی طرف راغب کیا ہے، اس جذبے کو، اس ایمانی حرارت کو اللہ تعالیٰ کے حضور اپنی آہ و بکا کے عمل کو، اپنے اندر پاک تبدیلیوں کی کوشش کو کبھی کمزور نہ ہونے دیں، کبھی کمزور نہ ہونے دیں، کبھی اپنے بھائیوں کی قربانی کو مرنے نہ دیں جو اپنی قربانیاں دے کر ہمیں زندگی کے نئے راستے دکھا گئے... پس خدا کے حضور جھک جائیں اور اپنے خدا کے حضور جو سب طاقتوں کا مالک ہے جو مجیب الدعوات ہے اس طرح چلّائیں کہ عرش کے کنگرے بھی ہلنے لگیں۔ اللہ تعالیٰ مجھے بھی اور آپ کو بھی ایسی دعاؤں کی توفیق عطا فرمائے۔

حضور کے ان خطبات سے ایک بات تو بہرحال سامنے آتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان شہداء کو بہت سی خوبیوں سے متصف کیا تھا۔ نمازوں کا اہتمام، تلاوت میں باقاعدگی، خلافت سے محبت اور اخلاص، بچوں کی نیک تربیت اور اس پہلو سے مسلسل نگرانی جیسے اوصاف ان سب شہداء میں نمایاں طور پر پائے جاتے تھے۔ وہ دینی کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے اور ہمیشہ دین کو دنیا پر مقدم رکھنے والے تھے۔ اپنے ماتحتوں اور ساتھ کام کرنے والوں سے حُسن سلوک اور خوش اخلاقی سے پیش آنا، غریبوں سے ہمدردی، تمام رشتوں کا خیال رکھنا ان کے بنیادی اخلاق کا حصہ تھے۔ یقیناً ان میں سے ہر ایک اپنا عہد کو پورا کرنے والا ایک روشن اور چمکدار ستارہ تھا۔

خاکسار بھی اس تاریخی سانحہ کے وقت ماڈل ٹاؤن مسجد میں موجود تھا اور ہونے والے واقعات کا چشم دید گواہ بھی۔ عجیب جذبہ تھا۔ اس وقت کے جذبات خاکسار نے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت میں بھی تحریر کئے۔ حضور نے از راہ شفقت اس کو قبول فرمایا اور سعادت بخشی کہ میرے اس خط کا کچھ حصہ خدام الاحمدیہ یو کے کے سالانہ اجتماع 2010ء کے موقع پر پڑھ کر سنایا۔ ان جذبات کا حضور کے الفاظ میں سننے اور پڑھنے کا ایک عجیب لطف ہے۔ حضور نے فرمایا:

’’ایک خط میں لاہور کے انصار اللہ کے ہمارے ایک عہدیدار مجید بشیر ہیں، وہ لکھتے ہیں کہ نماز جمعہ کے لئے اس دن بیت النور میں تھا۔ کہتے ہیں: حضور! اس طرح نہتے لوگوں پر گولیاں برسائی گئیں، بم پھینکے گئے، گولیاں کس طرح دائیں بائیں سے گزرتی رہیں اس کا بیان ناممکن ہے۔ جب حملہ شروع ہوا تو مولانا شاد صاحب نے قرآن مجید کی آیت وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا (النور:56) کی تفسیر بیان کی۔ اس دوران تفسیر بیان کر رہے تھے۔ اس واقعہ کے بعد ہمارا ایمان اور بھی تازہ ہوا کہ ان شاء اللہ ضرور بالضرور خوف کو اللہ تعالیٰ امن میں بدلے گا اور ان سے ضرور بدلہ لے گا جنہوں نے احمدیوں کو نماز جمعہ کی ادائیگی سے روکا۔ پھر لکھتے ہیں موت کو سامنے دیکھ کر ایک ہی دعا تھی جو زبان پر جاری رہی کہ اے قادر خدا! یہ تیرے پیارے مسیح کو ماننے والے ہیں، کمزور ہیں، اور صرف تجھ پر ہی یقین رکھتے ہیں۔ کیا تو ان کو ختم کر دے گا۔ ہرگز نہیں، تو تمام احمدیوں کی خود حفاظت فرما۔ کس طرح لوگ گرمی میں محبوس رہے لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل سے احباب نے ایک دوسرے کی مدد کی۔ ٹوپیوں میں پانی ڈال کر زخمیوں کو پلایا۔ چھوٹے چھوٹے بچے خوفزدہ اور بوڑھے گرمی سے بے حال ایک ناقابل تلافی نقصان ہے۔ پھر لکھتے ہیں کاش میں بھی شہید ہو کر امر ہو جاتا۔ یہ دن تو نہ دیکھنا پڑتا۔ دل کٹ رہے ہیں دماغ ماؤف ہیں۔ کیا قصور تھا ان نہتے اور معصوم احمدیوں کا؟ یہی نہ کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت میں اس مسیح کو ماننے والے ہیں اور اطاعت گزار ہیں۔ اتنے امن پسند اور اطاعت گزار لوگ ہیں کہ باوجود حملے کے جب مربی صاحب اعلان کرتے ہیں کہ سب بیٹھ جائیں، بیٹھے رہیں اور دعاؤں پر زور دیں، درود شریف پڑھیں، اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَجْعَلُكَ فِيْ نُحُوْرِهِمْ وَنَعُوْذُبِكَ مِنْ شُرُوْرِهِمْ پڑھیں۔ تو تمام لوگ اس جگہ بیٹھ جاتے ہیں اور گولیان کھاتے رہے اور اپنے سینوں پر لیتے رہے۔ اپنے بچوں کو اپنے ساتھ چپکائے ہوئے ان کو بچانے کی کوشش کرتے رہے۔ اور ڈیڑھ دو گھنٹے تک مسلسل دہشت گردی چلتی رہی۔

(الفضل انٹرنیشنل 22 اکتوبر 2010ء صفحہ 11)

بہرحال جماعت احمدیہ کے آغاز سے ہی مختلف ادوار میں اراکین انصار اللہ کو یہ سعادت نصیب رہی ہے کہ انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کئے ہوئے اپنے عہدوں کو خوب نبھایا اور احمدیت کی خاطر تن من دھن کی بازی لگادی۔ یہ وہ سعادت مند ہیں جو انہی رستوں پر چل کر جو صاحبزادہ عبد اللطیف صاحب شہید ہمارے لئے بنا گئے تھے، ہمیشہ اپنے جانوں کے نذرانے پیش کرتے چلے آئے ہیں۔ جن میں افغانستان، پاکستان، ہندوستان کے علاوہ بنگلہ دیش، انڈونیشیا، عراق، البانیہ اور امریکہ کے انصار بھی شامل ہیں۔ ان میں صحابہؓ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام، حفاظت مرکز قادیان کے شہداء، شہداء فرقان بٹالین، واقفین زندگی شہداء، شہید مربیان، ڈاکٹرز، اساتذہ اور زندگی کے دیگر شعبہ جات سے تعلق رکھنے والے افراد شامل ہیں۔

(باقی کل ان شاءاللہ)

بقیہ: مجلس انصار اللہ کی بنیادی ذمہ داری...... از صفحہ 16

ہزار آٹھ سو چالیس روپے نقد، دو لاکھ سنتالیس ہزار سات سو چالیس روپے کے تحائف، اجناس، کپڑے و دیگر پارچہ جات، جوتے وغیرہ (526 لحاف، 511 چادریں اور 4136 پارچہ جات) تقسیم کرنے کی توفیق ملی جن کی مالیت چار لاکھ پچاس ہزار پانچ سو اسی روپے بنتی ہے۔

تقسیم ملبوسات

ہر سال پاکستان بھر کے انصار بھائی رمضان المبارک کے دوران قیادت ایثار مجلس انصار اللہ پاکستان کے تحت عید الفطر کے لیے نئے ان سلے اور سلے ملبوسات پسماندہ علاقوں کے مستحقین میں تقسیم کرنے کے لیے مرکز ارسال کرتے ہیں۔ اس طرح پسماندہ مقامات کے مستحقین کی ضرورت پوری کرنے کے لیے مرکز میں گرم کپڑے اور اس غرض کے لیے رقوم بھجوانے کا سلسلہ موسم سرما کے آغاز ہی سے شروع ہو جاتا ہے۔ یہ کپڑے چترال، شانگلہ سوات، گلگت، خوشاب، چنیوٹ، بہاولپور، میر پور خاص، ڈیرہ غازی خان، مظفر گڑھ، راجن پور، نارووال، آزاد کشمیر اور دیگر پسماندہ علاقوں کے مستحق افراد کو دیئے جاتے ہیں۔ 2013ء تا 2021ء ایک لاکھ تیس ہزار نو صد ترپن کپڑوں کے جوڑے مستحقین میں تقسیم کرنے کی توفیق ملی۔

فراہمی اناج

پاکستان بھر میں مجلس انصار اللہ ضرورت مند احباب کو اناج کی فراہمی کے سلسلہ میں بھی قابلِ قدر مساعی کی توفیق پا رہی ہے۔ 2013ء تا 2021ء اکتالیس ہزار نو صد ستانوے من اناج ضرورتمند گھرانوں میں تقسیم کی توفیق ملی۔

شمالی علاقہ جات میں صاف پانی کی فراہمی کے سلسلہ میں خدمات

مجلس انصار اللہ پاکستان کو محض اللہ تعالیٰ کے فضل اور رحم کے ساتھ ملک کے پسماندہ علاقوں بالخصوص شمالی علاقہ جات کے ایسے مقامات پر جہاں لوگوں کو صاف پانی قریب کسی جگہ میسر نہیں، پینے کے صاف پانی کی فراہمی کے لیے نلکے اور کنوئیں لگوانے کی توفیق مل رہی ہے۔

چنانچہ مرکزی انتظام کے تحت سال 2013ء تا 2021ء دو صد ستائیس کنویں کھودے گئے۔ جس سے ان علاقوں کے رہائشی مستفید ہو رہے ہیں۔ آج کل ایک کنویں کا خرچ قریباً 4 لاکھ روپے ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کو صحت و سلامتی سے بھرپور فعال اور لمبی زندگی عطا فرمائے۔ خلافت کی برکتوں اور رہنمائی سے ہی مجلس انصار اللہ پاکستان کو مذکورہ بالا خدمات کی توفیق حاصل ہو رہی ہے۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى ذَالِكَ

حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں۔

’’انصار اللہ کا ایک بہت بڑا کام خلافت کی حفاظت کرتا ہے۔ دعائیں کرتے ہوئے اللہ کے اور اس کے بندوں کے حقوق کی ادائیگی کرتے ہوئے اپنے اور اپنے بیوی بچوں میں خلافت کی مکمل اطاعت کی روح قائم کرتے ہوئے اس جذبہ کو بڑھائیں۔۔۔ خلافت کا انعام ان شاءاللہ ہمیشہ جاری رہے گا لیکن اپنے معیار ایسے بلند کریں جو ایک حقیقی مومن کا ہونا چاہیے۔‘‘

(اجتماع مجلس انصار اللہ برطانیہ سے اختتامی خطاب 5 نومبر 2006ء
الفضل انٹرنیشنل 17 نومبر 2006ء صفحہ 13)

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے عہدوں کو نبھانے اور ہم انصار کو اپنے پیارے آقا کی امیدوں اور توقعات پر پورا اترنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

لہرائیں گے اکناف میں دین کا پرچم
جاں دیں گے خلافت کی حفاظت کیلئے ہم
اولاد کو رکھیں گے خلافت کا وفادار
اللہ کے انصار ہیں، اللہ کے انصار

اَللّٰهُمَّ اَيِّدْ اِمَامَنَا بِرُوْحِ الْقُدُسِ وَ بَارِكْ لَنَا فِيْ عُمُرِهٖ وَ اَمْرِهٖ وَكُنْ مَّعَهٗ حَيْثُ مَا كَانَ وَانْصُرْهُ نَصْرًا عَزِيْزًا۔ آمین

فرحان احمد حمزہ قریشی۔ استاذ جامعہ احمدیہ کینیڈا

ذیلی تنظیموں کے لئے خلفائے کرام کی مساعی

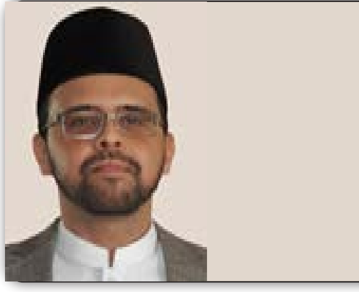

خلافتِ احمدیہ اللہ تعالیٰ کی نعمتِ عظمیٰ ہے۔ یہ وہ حَبْلُ اللّٰہ ہے جو ہمیں اتحاد کی خوبصورت لڑی میں پروتی ہے اور حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی کی طرف رہنمائی فرما کر ہمارا مضبوط تعلق خدائے عزّ و جل سے باندھتی ہے۔ خلافت کی بے شمار برکات میں سے ایک عظیم الشان برکت ذیلی تنظیموں کا قیام و انصرام ہے۔ جو کہ ہر احمدی مرد و زن، پیر و جواں کی روحانی، جسمانی، اخلاقی، تعلیمی اور تربیتی ترقی کا ذریعہ ہیں۔

ذیلی تنظیموں کا قیام

سیّدنا حضرت فضل عمر خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ وہ موعود خلیفہ تھے جن کے دستِ مبارک سے جماعت احمدیہ میں ذیلی تنظیموں کی بنیاد رکھی گئی اور آپ ہی کے عہدِ باسعادت میں ان تنظیموں کے قواعد وضوابط مقرر ہوئے اور ڈھانچے کو تشکیل دی گئی۔ ان تنظیموں کے قیام کے پیچھے دراصل اسلام کی نشاۃ ثانیہ کی عالمگیر مہم مدنظر تھی۔ اسی حوالے سے حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا: ’’خدا بڑی عزت کے ساتھ میرے ذریعہ اسلام کی ترقی اور اس کی تائید کے لئے ایک عظیم الشان بنیاد قائم کر دے گا۔‘‘

(میں ہی مصلح موعود کی پیشگوئی کا مصداق ہوں، انوار العلوم جلد 17 صفحہ 233)

چنانچہ 25 دسمبر 1922ء کو حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے مستورات کے لئے لجنہ اماء اللہ کی بنیاد رکھی۔ پھر نوجوانوں کے لئے آپؓ نے 1938ء میں مجلس خدام الاحمدیہ قائم فرمایا جبکہ 26 جولائی 1940ء کو چالیس سال سے اوپر مرد حضرات کے لئے مجلس انصار اللہ کو قائم فرمایا۔ اسی طرح بچیوں کے لئے ناصرات الاحمدیہ اور بچوں کے لئے اطفال الاحمدیہ کا قیام عمل میں آیا۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے ان تنظیموں کی غرض یوں بیان فرمائی کہ ’’ان مجالس کا قیام میں نے تربیت کی غرض سے کیا ہے۔... ان مجالس پر دراصل تربیتی ذمہ داری ہے۔ یاد رکھو کہ اسلام کی بنیاد تقویٰ پر ہے... پس مجلس انصار اللہ، خدام الاحمدیہ اور لجنہ اماء اللہ کا کام یہ ہے کہ جماعت میں تقویٰ پیدا کرنے کی کوشش کریں۔‘‘

(بحوالہ الفضل انٹرنیشنل 13 ستمبر 2019ء صفحہ 24)

پھر ایک اور موقع پر ذیلی تنظیموں کو قائم کرنے کی حکمت اور ان کی اہمیت بیان کرتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ’’خدام الاحمدیہ اور انصار اللہ اور لجنہ اماء اللہ ... کو اسی لئے قائم کیا گیا ہے۔ تا کہ وہ نظام کو بیدار رکھنے کا باعث ہوں۔ میں سمجھتا ہوں اگر عوام اور حکام دونوں اپنے اپنے فرائض کو سمجھیں تو جماعتی ترقی کے لئے خدا تعالیٰ کے فضل سے ایک نہایت ہی مفید اور خوشکن لائحہ عمل ہو گا۔ اگر ایک طرف نظارتیں جو نظام کی قائمقام ہیں عوام کو بیدار کرتی رہیں۔ اور دوسری طرف خدام الاحمدیہ اور انصار اللہ اور لجنہ اماء اللہ جو عوام کے قائمقام ہیں نظام کو بیدار کرتے رہیں۔ تو کوئی وجہ نظر نہیں آتی کہ کسی وقت جماعت کُلّی طور پر گر جائے۔ اور اس کا قدم ترقی کی طرف اٹھنے سے رک جائے۔ جب بھی ایک غافل ہو گا دوسرا اسے جگانے کے لئے تیار ہو گا۔ جب بھی ایک سست ہو گا۔ دوسرا اسے ہوشیار کرنے کے لئے آگے نکل آئے گا۔ کیونکہ وہ دونوں ایک ایک حصہ کے نمائندہ ہیں۔ ایک نمائندہ ہیں نظام کے۔ اور دوسرے نمائندہ ہیں عوام کے۔‘‘

(روزنامہ الفضل قادیان، 17 نومبر 1943ء صفحہ 3 کالم 3-4)

پھر آگے فرمایا کہ ’’جب نظام بھی بیدار ہوتا ہے اور عوام بھی بیدار ہوتے ہیں تو وہ اس قوم کے لئے فتح کا زمانہ ہوتا ہے وہ اس قوم کے لئے کامیابی کا زمانہ ہوتا ہے۔ وہ اس قوم کے لئے ترقی کا زمانہ ہوتا ہے۔‘‘

(روزنامہ الفضل قادیان، 17 نومبر 1943ء، صفحہ 7، کالم 1) پس ذیلی تنظیمیں افرادِ جماعت میں بیداری پیدا کرتی ہیں اور ترقیات اور فتوحات کا ذریعہ ہیں۔

اس عظیم عالمی مہم کا ذکر کرتے ہوئے جو ذیلی تنظیموں کے ذریعے خلافتِ احمدیہ کی قیادت میں سرانجام ہو رہی ہے حضرت مصلح موعود خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

’’ہماری جماعت کے سپرد یہ کام کیا گیا ہے کہ ہم نے تمام دنیا کی اصلاح کرنی ہے۔ تمام دنیا کو اللہ تعالیٰ کے آستانہ پر جھکانا ہے۔ تمام دنیا کو اسلام اور احمدیت میں داخل کرنا ہے۔ تمام دنیا میں اللہ تعالیٰ کی بادشاہت کو قائم کرنا ہے۔ مگر یہ عظیم الشان کام اس وقت تک سرانجام نہیں دیا جا سکتا جب تک ہماری جماعت کے تمام افراد خواہ بچے ہوں یا نوجوان ہوں۔ یا بوڑھے ہوں۔ اپنی اندرونی تنظیم کو مکمل نہیں کر لیتے۔ اور اُس لائحہ عمل کے مطابق دن اور رات عمل نہیں کرتے۔ جو ان کے لئے تجویز کیا گیا ہے۔... اس اندرونی اصلاح اور تنظیم کو مکمل کرنے کے لئے میں نے خدام الاحمدیہ، انصار اللہ اور اطفال الاحمدیہ تین جماعتیں قائم کی ہیں۔‘‘

(روزنامہ الفضل قادیان 11/ اکتوبر 1944ء صفحہ 5 کالم 1-2)

تاریخ گواہ ہے کہ ذیلی تنظیمیں خلافت احمدیہ کی عظیم الشان قیادت اور قوت قدسی کی بدولت ہر دور میں ایسے جاں نثار، مخلصین اور وفادار تیار کرتی رہی ہیں جو اپنی جان، مال، وقت، آبرو، سب کچھ اللہ تعالیٰ کے دین کی خاطر قربان کرنے کے لئے مستعد ہیں اور نہایت خوش اسلوبی سے جماعت کے انتظام کو سنبھالنے کی قابلیت رکھتے ہیں۔

خلافت سے ہی برکتیں ہیں یہ ساری
رہے گا خلافت کا فیضان جاری

ذیلی تنظیموں کے لئے خلفائے کرام کی مساعی کا تذکرہ طویل ہے تاہم ایک نہایت مختصر روح پرور جھلک خلفاء کے ارشادات عالیہ کی روشنی میں ذیل میں پیش کی جا رہی ہے۔

لجنہ اماء اللہ

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے لجنہ اماء اللہ کے متعلق ابتدائی تحریک کرتے ہوئے تحریر فرمایا:

’’ہماری پیدائش کی جو غرض و غایت ہے اس کو پورا کرنے کے لئے عورتوں کی کوششوں کی بھی اسی طرح ضرورت ہے جس طرح مردوں کی ہے۔... اگر غور کیا جائے تو اکثر عورتیں اس امر کو محسوس نہیں کریں گی کہ روزمرہ کے کاموں کے سوا کوئی اور بھی کام کرنے کے قابل ہے یا نہیں... پس علاوہ اپنی روحانی وعلمی ترقی کے آئندہ جماعت کی ترقی کا انحصار بھی زیادہ تر عورتوں ہی کی کوشش پر ہے۔‘‘

(الازہار لذوات الخمار، حصہ اوّل، صفحہ 52)

تعلیمی اور تربیتی ترقی کی تلقین

سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے ایک موقع پر بیان فرمایا کہ ’’عورتوں کی تعلیم سے مجھے اللہ تعالیٰ کے فضل سے خاص دلچسپی ہے۔ ...عورتوں کی تعلیم کے بغیر کوئی قوم ترقی نہیں کر سکتی۔‘‘

(الازہار لذوات الخمار حصہ اوّل صفحہ 268)

پھر آپ نے 26 اپریل 1944ء کو منعقد ہونے والے مجلس عرفان میں اپنا ایک مبشر الہام بیان فرمایا کہ ’’آج رات مجھے یوں معلوم ہؤا کہ اللہ تعالیٰ مجھے مخاطب کر کے فرماتا ہے اگر تم پچاس فیصدی عورتوں کی اصلاح کر لو تو اسلام کو ترقی حاصل ہو جائے گی۔‘‘

(الازہار لذوات الخمار حصہ اوّل صفحہ 381)

اسی حوالے سے نہ صرف حضرت مصلح موعود خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے بلکہ تمام خلفائے کرام نے عورتوں کو اپنے دینی و دنیاوی علمی معیار کو بڑھانے کی بارہا تلقین فرمائی ہے اور اس کی ضرورت کو وضاحت سے بیان فرمایا ہے۔ چنانچہ حضرت مصلح موعودؓ نے فرمایا:

’’عورتیں جماعت کا ایک ایسا حصہ ہیں کہ جب تک ان کی تعلیم وتربیت ... مردوں سے زیادہ نہ ہو میں سمجھتا ہوں کہ ہماری جماعت کی ترقی اور تربیت میں بڑی سخت روک رہے گی۔ ان کی مثال اس ہیرے والے کی ہو گی جو ہیرا رکھتا ہو مگر اس کے استعمال سے بے خبر ہو۔ وہ اسے ایک گولی سمجھ کے پھینک دیتا ہے۔‘‘

(مستورات سے خطاب، انوار العلوم جلد 9 صفحہ 22)

تربیت اولاد

چونکہ گھر میں عورتوں کی ذمہ داریاں مردوں کی نسبت زیادہ ہوتی ہیں اور اولاد کی پرورش اور تربیت میں ماؤں کا بہت بڑا کردار ہوتا ہے، اس لئے تربیت اولاد کی اہمیت پر بھی خلفائے کرام نے متعدد مقامات پر روشنی ڈالی ہے۔ چنانچہ حضرت مصلح موعودؓ نے بیان فرمایا کہ:

’’جب تک عورتیں بھی مردوں کی ہم خیال نہ بن جائیں گی بچے دیندار نہیں ہو سکیں گے کیونکہ مرد ہر وقت بچوں کے ساتھ نہیں ہوتے۔ بچے ماؤں کے ہی پاس ہوتے ہیں اور دیکھا گیا ہے کہ دیندار مائیں بھی بچوں کو دین سکھانے میں سستی کر جاتی ہیں۔... بچوں کی دینی تربیت بچپن میں ہی کرو اور بچپن میں ہی اُن کو دین سکھاؤ تا کہ وہ حقیقی دیندار بنیں۔‘‘

(الازہار لذوات الخمار حصہ اوّل صفحہ 127-128)

تربیت اولاد کے حوالے سے لجنہ اماء اللہ سے خطاب فرماتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

’’اپنے گھروں کو اللہ تعالیٰ کی عبادت اور ذکر الٰہی سے سجائے رکھیں تا کہ آپ کے گھروں میں زندگی کے آثار ہمیشہ نظر آتے رہیں۔ بجائے اس کے کہ آپ کے خاوند آپ کو عبادت کی طرف توجہ دلانے والے ہوں آپ اپنے خاوندوں کو نمازوں کے لئے جگانے والی اور توجہ دلانے والی ہوں۔‘‘

(الفضل انٹرنیشنل 12 جون 2015ء)

پھر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ایک موقع پر فرمایا:

’’احمدی ماؤں کا بھی یہ کام ہے کہ اپنے بچوں کی اِس رنگ میں تربیت کریں کہ اللہ تعالیٰ پر کامل ایمان اور اُس کو راضی کرنے کے لئے ہر کوشش اُس کی اوّلین ترجیح ہو اور یہ اُس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک

احمدی مائیں بھی اپنے آپ کو ایمان کے اعلیٰ معیار تک لے جانے کی کوشش نہیں کریں گی۔‘‘

(الفضل انٹرنیشنل 21 جون 2013ء، صفحہ 2 کالم 3)

عائلی زندگی اور عورت کی ذمہ داریاں

اسی طرح گھر کے سکون کے لئے اور جنت نظیر معاشرے کو قائم کرنے کی خاطر خلفائے کرام نے ہمیشہ جہاں مردوں کو اپنی ذمہ داریوں کو نبھانے کی طرف توجہ دلائی ہے وہاں عورتوں کو بھی اپنی ذمہ داریوں کو سمجھنے اور ان کو ادا کرنے کی تلقین فرمائی ہے۔ چنانچہ ممبرات لجنہ اماء اللہ کو اپنی ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلاتے ہوئے سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: ’’عورت کو ہمارے دین نے گھر کا نگران اور خاوند کے گھر کی حفاظت کی ذمہ داری سونپی ہے۔ جب تک تم اللہ تعالیٰ کو نہیں پہچانوگی اور اپنی ذمہ داری نہیں سمجھوگی تمہارے ہاں سکون نہیں پیدا ہوسکتا۔‘‘

(الفضل انٹرنیشنل 26 جون 2015ء صفحہ 16 کالم 4)

پھر ایک اور موقع پر فرمایا:

’’پاک معاشرے کے قیام کے لئے عورت کو مردوں سے بڑھ کر کوشش کرنی چاہئے کیونکہ وہ اپنے خاوندوں کے گھروں کی نگران ہے۔ کیونکہ وہ قوم کی نئی نسل کی تربیت گاہ ہے، کیونکہ وہ جماعت کی امانت جو بچوں کی شکل میں ان کے پاس ہے اس کی امین ہے۔ پس میں عورتوں سے کہوں گا کہ اپنے گھروں کی نگرانی کا حق ادا کریں۔ نئی نسل کی تربیت کا حق ادا کریں۔‘‘

(الفضل انٹرنیشنل 21 جون 2013ء صفحہ 10 کالم 2)

بحیثیت بیوی، عورتوں کی ذمہ داریوں کی طرف توجہ مبذول فرماتے ہوئے حضرت امیرالمؤمنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ایک حدیث نبوی کی تشریح فرمائی کہ:

’’پھر بیوی کو توجہ دلائی کہ خاوند کے گھر کی، اس کی عزت کی، اس کے مال کی اور اس کی اولاد کی صحیح نگرانی کرے۔ اس کا رہن سہن، رکھ رکھاؤ ایسا ہو کہ کسی کو اس کی طرف انگلی اٹھانے کی جرأت نہ ہو... بچوں کی تربیت ایسے رنگ میں ہو کہ انہیں جماعت سے وابستگی اور خلافت سے وابستگی کا احساس ہو۔ اپنی ذمہ داری کا احساس ہو۔ پڑھائی کا احساس ہو۔ اعلیٰ اخلاق کے اظہار کا احساس ہو۔‘‘

(خطبات مسرور جلد 5 صفحہ 138)

یہ لجنہ اماء اللہ کو کی جانے والی زریں ہدایات کی صرف چند مثالیں ہیں، جن سے خلفاء کی عورتوں کی تعلیم و تربیت، روحانی ترقی، خوشحال عائلی زندگی کی خاص توجہ اور فکرمندی معلوم ہوتی ہے۔

مجلس خدام الاحمدیہ

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے 1938ء میں مجلس خدام الاحمدیہ کی بنیاد رکھتے ہوئے فرمایا:

’’درحقیقت یہ روحانی ٹریننگ اور روحانی تعلیم و تربیت ہے... آج نوجوانوں کی ٹریننگ اور ان کی تربیت کا زمانہ ہے اور ٹریننگ کا زمانہ خاموشی کا زمانہ ہوتا ہے۔ لوگ سمجھ رہے ہوتے ہیں کہ کچھ نہیں ہو رہا۔ مگر جب قوم تربیت پاکر عمل کے میدان میں نکل کھڑی ہوتی ہے تو دنیا انجام دیکھنے لگ جاتی ہے۔ درحقیقت ایک ایسی زندہ قوم جو ایک ہاتھ کے اٹھنے پر اٹھے اور ایک ہاتھ کے گرنے پر بیٹھ جائے دنیا میں عظیم الشان تغیر پیدا کر دیا کرتی ہے۔‘‘

(الفضل، 7 اپریل 1939ء، صفحہ 7 کالم 3)

بین الاقوامی خدمت پر مامور

نبی کریم ﷺ کی حدیث ہے کہ سَیِّدُ الْقَوْمِ خَادِمُھُمْ یعنی قوم کا سردار ان کا خادم ہے۔ چنانچہ اس زمانے میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے سنتِ نبوی ﷺ کے مطابق حقیقی خدمت کی روح کا احیا فرمایا اور اپنے فارسی کلام میں ارشاد فرمایا:

مرا مقصود و مطلوب و تمنا خدمتِ خلق است
ہمیں کارم ہمیں بارم ہمیں رسمم ہمیں راہم

یعنی: میرا مقصود اور میری خواہش خدمتِ خلق ہے یہی میرا کام ہے یہی میری ذمہ داری ہے یہی میرا طریق ہے۔

(درثمین فارسی، جلد اول صفحہ 44)

چنانچہ مجلس خدام الاحمدیہ کو خلفائے کرام نے ہمیشہ بے لوث خدمت کرنے کی تلقین فرمائی ہے کہ اسی سے قوم کی ترقی اور اس کی زندگی وابستہ ہے۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ خدام کو مخاطب ہو کر فرماتے ہیں:

’’خدمت کرو اور کرتے چلے جاؤ۔ تمہارا نام خدام الاحمدیہ ہے۔ خدام احمدیہ کے یہ معنی نہیں کہ تم احمدیت کے خادم ہو۔ خدام احمدیہ کے معنے ہیں تم احمدی خادم ہو... اگر تم واقع میں سچے احمدی بنو گے اور سچے خادم بنو گے تو تھوڑے دنوں میں ہی (اللہ تعالیٰ۔ ناقل) خدام کو سیّد بنا دے گا... خدام الاحمدیہ سے مراد تھا احمدیوں میں خدمت کرنے والا گروہ۔ تم خادم تو دنیا کے ہر انسان کے ہو لیکن ہو احمدیوں میں سے خادم۔ اس لئے اس کا یہ مطلب نہیں تھا کہ تم احمدیوں کی خدمت کرو بلکہ مطلب یہ تھا کہ احمدی کے standard کے مطابق خدمت کرو۔‘‘

(مشعل راہ، جلد اول، صفحہ 732)

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ مجلس خدام الاحمدیہ کے سالانہ اجتماع منعقدہ 2 نومبر 1973ء کے موقع پر خطاب کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

’’ہم خادم کی حیثیت سے پیدا ہوئے اور خادم کے مقام پر کھڑے رہنا ہماری زندگی کا معراج ہے۔ جتنا ہم بڑھیں گے، جتنا ہم طاقتور ہوں گے، جتنا ہم علم میں ترقی کریں گے، جتنا ہماری فراست کا نور آسمان کی بلندیوں کو چھوئے گا اتنا ہی وہ جو خود کو ہمارا دشمن سمجھتا ہے، ہمیں پہلے سے زیادہ اپنا دوست پائے گا۔ اپنا خادم اور ہمدرد پائے گا۔ پس آگے بڑھنا ہے اور ساری دنیا سے آگے نکلنا ہے... خدام الاحمدیہ بین الاقوامی خدمت پر مامور ہیں۔‘‘

(مشعل راہ جلد دوم صفحہ 390)

نوجوانوں کی اصلاح

مجلس خدام الاحمدیہ کا motto حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کا یہ فرمان ہے کہ ’’قوموں کی اصلاح نوجوانوں کی اصلاح کے بغیر نہیں ہو سکتی‘‘۔ اس ارشاد کی روشنی میں سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مجلس خدام الاحمدیہ یو کے کے سالانہ اجتماع 2019ء کے موقع پر فرمایا:

’’حضرت مصلح موعودؓ نے یہ نعرہ جب مجلس خدام الاحمدیہ کو عطا فرمایا تو اس کا مقصد یہ باور کروانا تھا کہ نوجوانوں کے لیے دیگر علوم کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ سے پختہ تعلق قائم کرنا ازحد ضروری ہے... اس ماٹو پر عمل کرنے سے آپ اپنی زندگی کے مقصد کو پورا کرنے والے ہو جائیں گے۔ اس سے ہمیں یہ سبق بھی ملتا ہے کہ ہماری جماعت اور ہماری قوم کی ترقی کا تعلق ہمارے نوجوانوں کی روحانی اور اخلاقی حالت سے ہے۔ اگر ہر خادم اللہ کے احکامات پر عمل کرنے والا ہو اور اخلاقی برائیوں اور گناہوں سے بچنے والا ہو تو قوم کی ترقی روکی نہیں جا سکتی۔‘‘

(الفضل انٹرنیشنل 10 ستمبر 2019ء صفحہ 16)

خدام کی تربیت اور اصلاح کی اہمیت بیان کرتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے ایک موقع پر خدام کو مخاطب ہو کر فرمایا:

’’دنیا کا امام بننے سے پہلے اپنے نفس کا امام بننا ہوگا۔ اپنی کمزوریوں پر اطلاع پاکر اور ان کی حقیقت سے شناسائی حاصل کر کے ان کی اصلاح کی طرف متوجہ ہونا ہوگا... آپ نے تو دنیا کی اصلاح کرنی ہے اور آپ اپنی اصلاح کئے بغیر دنیا کی اصلاح نہیں کر سکتے۔‘‘

(مشعل راہ جلد سوم صفحہ 492-496)

پس جہاں مجلس خدام الاحمدیہ کو خلفائے کرام نے خدمت کی حقیقی روح پیدا کرنے کی طرف توجہ دلائی ہے وہاں اپنی ذاتی اور قومی اصلاح کی طرف بھی توجہ کرنے کی تاکید فرمائی ہے۔ اور اخوت، محبت، اور یکجہتی سے کام کرنے کی طرف تلقین فرمائی ہے تا اس تنظیم کے ذریعے سے نوجوان نسل کی تربیت اعلیٰ رنگ میں ہوتی چلی جائے اور قوم میں نیکی اور تقویٰ کا معیار بڑھتا چلا جائے۔

مجلس انصار اللہ

مجلس انصار اللہ کے قیام کا اعلان حضرت مصلح موعود خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے اپنے خطبہ جمعہ بیان فرمودہ 26 جولائی 1940ء میں فرمایا۔ اس اہم خطبہ میں آپ نے فرمایا:

’’میں سمجھتا ہوں کام کی ذمہ داری صرف پندرہ سے چالیس سال کی عمر والوں پر ہی نہیں بلکہ اس سے اوپر اور نیچے والوں پر بھی ہے... اسی طرح چالیس سال سے اوپر عمر والے جس قدر آدمی ہیں وہ انصار اللہ کے نام سے اپنی ایک انجمن بنائیں اور قادیان کے وہ تمام لوگ جو چالیس سال سے اوپر ہیں، اس میں شریک ہوں۔ ان کے لئے بھی لازمی ہوگا کہ وہ روزانہ آدھا گھنٹہ خدمت دین کے لئے وقف کریں۔‘‘

(روزنامہ الفضل قادیان 1 اگست 1940ء صفحہ 7)

حقیقی انصار اللہ بننے کے معنے

جب حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے حواریوں سے اللہ تعالیٰ کی خاطر مددگار بننے کا حکم ارشاد فرمایا تو انہوں نے برملا طور پر اس بات کا اقرار کیا کہ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰہِ یعنی ہم اللہ تعالیٰ کے مددگار ہیں۔ چنانچہ یہی جذبہ اس زمانے میں مثیل مسیح حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ماننے والوں میں پایا جاتا ہے۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے مجلس انصار اللہ کے اراکین سے خطاب کرتے ہوئے ایک موقع پر فرمایا:

’’یاد رکھو تمہارا نام انصار اللہ ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے مددگار۔ گویا تمہیں اللہ تعالیٰ کے نام کی طرف منسوب کیا گیا ہے اور اللہ تعالیٰ ازلی اور ابدی ہے۔ اس لیے تم کو بھی کوشش کرنی چاہیے کہ ابدیت کے مظہر ہو جاؤ۔ تم اپنے انصار ہونے کی علامت یعنی خلافت کو ہمیشہ کے لئے قائم رکھتے چلے جاؤ اور کوشش کرو کہ یہ کام نسلاً بعد نسلٍ چلتا چلا جاوے۔‘‘

(بحوالہ الفضل انٹرنیشنل، 13 ستمبر 2019ء، صفحہ 18، کالم 1)

بقیہ صفحہ 8 پر

م م محمود

مجلس انصار اللہ کی بنیادی ذمہ داری

خلافتِ احمدیہ کی مکمل اطاعت اور کامل وفاداری

یہ محض اور محض اللہ تعالیٰ کا فضل و احسان ہے کہ ہمارے سروں پر خلافتِ احمدیہ بے شمار للّٰہی فضلوں کو لیے سایہ فگن ہے۔ جس کے ذریعہ خدا تعالیٰ نے جماعتِ احمدیہ پر اپنے بے شمار انعامات بارش کی مانند نازل فرمائے اور فرما رہا ہے۔ انہی انعامات میں سے ایک انعام جماعتِ احمدیہ میں تنظیموں کا قیام ہے۔ جماعتِ احمدیہ میں چالیس سال سے اوپر افرادِ جماعت کی تنظیم مجلس انصار اللہ کہلاتی ہے۔

یوں تو سیدنا حضرت مصلح موعودؓ نے مجلس انصار اللہ کا باقاعدہ قیام 26 جولائی 1940ء کو فرمایا لیکن خلافتِ اولیٰ میں آپؓ نے ایک رؤیا کے نتیجہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ سے اجازت کے حصول کے بعد ایک انجمن کے قیام کا اعلان فرمایا جس کے ممبر طلباء اور نوجوان تھے۔ چنانچہ آپؓ نے 23 فروری 1911ء کو اخبار البدر میں ایک اعلان ”مَن اَنصاری اِلی اللّٰہ“ کے عنوان سے شائع فرمایا۔ جس میں اس انجمن کی غرض و غایت بیان فرمائی نیز آپؓ نے اس انجمن میں شمولیت کی شرائط تحریر فرمائیں۔ آپؓ نے اس انجمن کا ممبر بننے کے لیے ایک شرط یہ رکھی کہ ”اس مجلس کے ممبر خصوصیت سے حضرت خلیفۃ المسیح کی فرمانبرداری کا خیال رکھیں۔“ یعنی ابتداء سے ہی انصار اللہ کے قیام کا بنیادی مقصد خلافت سے پختہ وابستگی، مکمل اطاعت اور کامل فرمانبرداری تھا۔

حضرت مصلح موعودؓ نے مجلس انصار اللہ مرکزیہ کے سالانہ اجتماع منعقدہ 1956ء میں 26 اکتوبر کو اپنے افتتاحی خطاب میں مجلس انصار اللہ کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا۔

”یہ سب برکت جو ہمیں ملی ہے محض حضرت مسیح موعودؑ کے طفیل ملی ہے۔ اب آپ لوگوں کا کام ہے کہ اپنی ساری زندگی آپ کے لائے ہوئے پیغام کی خدمت میں لگادیں اور کوشش کریں کہ آپ کے بعد آپ کی اولاد، پھر اس کی اولاد اور پھر اس کی اولاد بلکہ آپ کی آئندہ ہزاروں سال تک کی نسلیں اس کی خدمت میں لگی رہیں اور حضرت مسیح موعودؑ کی خلافت کو قائم رکھیں۔“

(الفضل 24 مارچ 1957ء، سبیل الرشاد جلد اول صفحہ 119)

اسی اجتماع میں 27 اکتوبر کو حضرت مصلح موعودؓ نے ممبرانِ مجلس کے لیے ایک عہد تجویز فرمایا۔ آپؓ نے اپنے اختتامی خطاب سے قبل اس عہد کو کہلوایا۔ اگر دیکھا جائے تو کلیۃً اس عہد کے الفاظ نظامِ خلافت سے وابستگی کا احاطہ کیے ہوئے ہیں۔ گویا حضرت مصلح موعودؓ کا منشاء و مقصد یہی تھا کہ انصار قولی و فعلی ہر لحاظ سے خلافتِ احمدیہ سے وابستہ ہو جائیں کیونکہ اسی وابستگی میں ہی آئندہ نسلوں کی بقا اور انجام بخیر ہونے کی ضمانت ہے۔

حضرت مصلح موعودؓ کے مجلس انصار اللہ کو عطا فرمودہ عہد کے الفاظ درج ذیل ہیں۔

”اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ

میں اقرار کرتا ہوں کہ اسلام احمدیت کی مضبوطی اور اشاعت اور نظامِ خلافت کی حفاظت کے لیے ان شاء اللہ آخر دم تک جدوجہد کرتا رہوں گا اور اس کے لیے بڑی سے بڑی قربانی پیش کرنے کے لیے ہمیشہ تیار رہوں گا۔ نیز میں اپنی اولاد کو بھی ہمیشہ خلافت سے وابستہ رہنے کی تلقین کرتا رہوں گا۔ (ان شاء اللہ تعالیٰ)“

(تاریخ مجلس انصار اللہ جلد اول صفحہ 144-143)

خدا تعالیٰ کے فضل و احسان سے خلافتِ احمدیہ کی تربیت کے نتیجہ میں ہی مجلس انصار اللہ کو ہمیشہ خلافت کے ہر اشارہ اور اس کی ہر تحریک پر اول وقت میں لبیک کہنے کی توفیق ملتی رہی ہے۔ خلافت کے احکامات کی تعمیل اور خلافت سے وفا اور عقیدت و محبت کے نظاروں کی یہ داستان تو مجلس انصار اللہ کے 82 سالہ دور کے ہر دن بلکہ ایک ایک لمحہ پر مشتمل ہے۔ تاہم اختصارِ تحریر کی قید اور اخبار ہذا کے اوراق کی تحدید کے پیشِ نظر مشتے از خروارے (بلکہ یک دانہ از خروارے کہنا زیادہ موزوں ہوگا) ذیل میں چند مثالوں پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

تعمیر دفاتر مجلس انصار اللہ مرکزیہ

5 اپریل 1952ء کو حضرت مصلح موعودؓ نے ایک خطاب میں مجلس انصار اللہ کو اپنا دفتر تعمیر کرنے کی تحریک کرتے ہوئے فرمایا ”مجھے افسوس ہے کہ انصار اللہ نے ابھی مرکز بنانے کی کوشش نہیں کی۔۔۔ خدا کرے کہ انصار اللہ کو بھی اس طرف توجہ پیدا ہو اور وہ اس حماقت کو چھوڑ دیں کہ قادیان واپس جانے کے متعلق بہت سی پیشگوئیاں ہیں قادیان ہمیں ضرور واپس ملے گا اور چونکہ قادیان ہمیں واپس ملے گا اس لیے ہمیں یہاں کوئی جگہ بنانے کی ضرورت نہیں۔۔۔ پس مومن کو اپنے کاموں میں سست نہیں ہونا چاہیے۔“ (الفضل، فضلِ عمر نمبر مارچ 1966ء) چنانچہ اپنے امام کے حکم کی تعمیل میں مجلس انصار اللہ نے والہانہ لبیک کہتے ہوئے مالی قربانی کے نتیجہ میں 1957ء میں اپنے دفاتر کی تعمیر کا کام مکمل کر لیا۔

(تاریخ مجلس انصار اللہ جلد اول صفحہ 96 تا 104)

گیسٹ ہاؤس انصار اللہ (تعمیر سرائے ناصر نمبر 1)

1973ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے جلسہ ہائے سالانہ پر بیرونی ممالک سے آنے والے مہمانوں کی رہائش کے لیے انجمنوں اور ذیلی تنظیموں کو گیسٹ ہاؤسز تعمیر کرنے کا ارشاد فرمایا۔ جس وقت حضورؒ نے یہ تحریک فرمائی اُس وقت بعض لوگوں کا خیال تھا کہ دوسری تنظیموں کے لیے تو اپنا گیسٹ ہاؤس تعمیر کرنے میں اتنی دقت نہ ہو گی کیونکہ اُن کی مالی پوزیشن مضبوط ہے لیکن مجلس انصار اللہ شاید اس بوجھ کو نہ اٹھا سکے کیونکہ ان کے مالی وسائل نسبتاً محدود ہیں۔ لیکن مجلس انصار اللہ کو خلافت کی اس بابرکت تحریک کی تعمیل میں سب سے پہلے گیسٹ ہاؤس بنانے کی سعادت نصیب ہوئی۔

(تاریخ مجلس انصار اللہ جلد اول صفحہ 289)

خلیفۃ المسیح کے خطاب کا پہلی مرتبہ کسی زبان میں رواں ترجمہ

31 اکتوبر 1980ء کو مجلس انصار اللہ مرکزیہ کے سالانہ اجتماع کے پہلے روز پہلی مرتبہ خلافت کی آواز کو اردو زبان سے شناسائی نہ رکھنے والوں تک براہِ راست پہنچانے کے لیے حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے خطاب کا انگریزی ترجمہ پہنچانے کا کامیاب تجربہ کیا گیا۔ تین احمدی انجینئروں (محترم منیر احمد فرخ صاحب، محترم ملک لال خان صاحب، محترم کیپٹن ایوب احمد ظہیر صاحب) نے کمال فنی مہارت اور خلوص سے کام کر کے ابتدائی مرحلہ کامیابی کے ساتھ مکمل کیا اور اٹھارہ انگریزی دان افراد نے حضورؒ کے افتتاحی خطاب کا ترجمہ کامیابی سے سنا۔ اس موقع پر ترجمانی کا کام محترم نسیم سیفی صاحب، محترم بشیر احمد خان رفیق صاحب، محترم مجیب الرحمان ایڈووکیٹ صاحب اور محترم شکیل صاحب نے انجام دیا۔ یہ کام پہلی مرتبہ تجرباتی طور پر کیا گیا۔ بعد ازاں جلسہ سالانہ کے موقع پر اس میں توسیع کی گئی۔

(تاریخ مجلس انصار اللہ جلد دوم صفحہ 119، 120)

خلیفۃ المسیح کی تحریک پر انصار کا حیرت انگیز اطاعت کا نظارہ

یوں تو حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے 1973ء میں سائیکل پر مرکزی اجتماع و جلسہ سالانہ پر شمولیت کی تحریک فرمائی تھی اور اُس سال 35 ارکینِ انصار اللہ سائیکلوں پر سفر کر کے مجلس انصار اللہ کے اجتماع میں شرکت کے لیے ربوہ آئے تھے لیکن اس کے بعد یہ سلسلہ منقطع ہوگیا۔ ازسرِ نو اس تحریک کے نتیجہ میں اپنے امام کی تحریک پر والہانہ لبیک کہتے ہوئے خلافتِ رابعہ کے اولین سال 1982ء میں پاکستان بھر سے 196 انصار سائیکلوں پر سفر کر کے اجتماع مجلس انصار اللہ مرکزیہ میں شامل ہوئے۔ تین انصار 1200 کلومیٹر سے زائد سفر کر کے ربوہ آئے جن میں سے ایک ناصر کی عمر 75 سال تھی۔ اسی طرح ایک ناصر 80 سال کی عمر میں پنجاب کے ایک گاؤں سے 65 کلومیٹر کا فاصلہ طے کر کے اپنے امام کی تحریک پر سائیکل چلا کر ربوہ آئے۔

(تاریخ مجلس انصار اللہ جلد سوم صفحہ 41 تا 46)

صد سالہ جشنِ تشکر کے موقع پر مجلس انصار اللہ پاکستان کا اپنے محبوب امام کی خدمت میں خدمتِ انسانیت کی غرض سے ہسپتال کا تحفہ

صد سالہ جشنِ تشکر کی مناسبت سے خدا تعالیٰ کے حضور شکرانے کے اظہار کے لیے مجلس انصار اللہ مرکزیہ نے اپنی مجلسِ شوریٰ میں 1986ء میں یہ تجویز حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی خدمت میں پیش کی کہ مجلس انصار اللہ، اس بابرکت موقع پر اظہارِ تشکر کی غرض سے تھرپارکر سندھ میں ایک ہسپتال بنا کر انجمن احمدیہ وقفِ جدید کے سپرد کرے گی۔ اور اس غرض کے لیے اراکینِ انصار اللہ دس لاکھ روپے کی رقم کے عطیات دیں گے۔ اس سفارش کو حضور نے منظور فرمایا۔ چنانچہ ”المہدی ہسپتال“ کے نام سے یہ ہسپتال مٹھی ضلع تھرپارکر میں تعمیر ہوا۔ جس کا کُل رقبہ اکیس ایکڑ ہے۔

خلافتِ احمدیہ کے زیرِ سایہ کارہائے خدمتِ خلق

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ایک موقع پر مجلس انصار اللہ کو خدمتِ خلق کے کاموں کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرمایا

”انصار سے توقع کی جاتی ہے کہ وہ تمام مخلوقِ خدا سے بلا لحاظ عقیدہ اور بلا تمیز رنگ و نسل دلی ہمدردی رکھیں اور محض اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر اپنے ذاتی آرام آسائش اور اموال و اوقات کی قربانی دے کر جس رنگ میں بھی ان کے لیے ممکن ہو خلقِ خدا کو نفع پہنچانے کی بھرپور کوشش کرتے رہیں“

(ماہنامہ انصار اللہ جولائی، اگست 2015ء صفحہ 116)

چنانچہ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ارشادات کے تحت مجلس انصار اللہ پاکستان کو خلافتِ خامسہ کے بابرکت دور میں بنی نوع انسان کے لیے بے لوث خدمات کی مسلسل توفیق مل رہی ہے۔

میڈیکل کیمپس کا انعقاد

پاکستان میں آج بھی ایسے بے شمار علاقے ہیں جہاں علاج معالجے کی سہولیات میسر نہیں ہیں۔ چنانچہ ایک طویل عرصے سے مجلس انصار اللہ پاکستان کو ایسے علاقوں میں فری میڈیکل کیمپس لگا کر خدمتِ خلق کا فریضہ انجام

DAILY LONDON
ALFAZL
ONLINE

www.alfazlonline.org
@alfazlonline
@alfazlonline
ONLINE EDITION | Download on the App Store | ANDROID APP ON Google play

اپنے مضامین، آرٹیکلز، نظمیں اور آراء درج ذیل ذرائع میں سے کسی ایک پر بھجوائیں
+44 79 5161 4020
info@alfazlonline.org

ادارہ کا مضمون نویسوں، تبصرہ و مراسلہ نگاروں کے خیالات اور آراء سے متفق ہونا ضروری نہیں

دے رہی ہے۔ان میڈیکل کیمپس میں مستند ڈاکٹرز نہ صرف مریضوں کا معائنہ کرتے ہیں بلکہ ان کو مفت ادویات بھی فراہم کی جاتی ہیں۔

خلافتِ خامسہ کے مبارک دور میں تاحال مجلس انصار اللہ پاکستان، ملک کے مختلف شہروں، قصبات اور دور دراز کے پسماندہ دیہاتوں میں اٹھائیس ہزار سے زائد ہومیو پیتھک و ایلو پیتھک میڈیکل کیمپس کا انعقاد کر چکی ہے۔

نادار قیدیوں کی رہائی اور بہبود

1984ء کے بدنام زمانہ آرڈیننس کے بعد پاکستان میں احمدیوں کو طرح طرح سے تکالیف اور مصائب کا نشانہ بنایا جاتا رہا ہے۔متعدد بے گناہ احمدی گرفتار کر کے جیلوں میں ڈال دیئے گئے اور آج بھی بدستور یہ سلسلہ جاری ہے۔حضرت خلیفۃ المسیح جہاں ایک طرف ان معصوم اور بے گناہ احمدیوں کی رہائی کی خاطر خدا تعالیٰ کی مدد کے لیے راتوں کو گریہ وزاری میں مصروف ہوتے ہیں تو دوسری طرف ان حالات میں خلافت کی زیرِ ہدایت مجلس انصار اللہ پاکستان، ملک کی مختلف جیلوں میں قیدیوں کی تکالیف کو کم کرنے کی توفیق پا رہی ہے۔ پاکستان کی مختلف جیلوں میں متعدد بلاامتیازِ مذہب و ملت ایسے نادار قیدیوں کی رہائی کی کوششیں عمل میں لائی جاتی ہیں جو اپنی سزائیں بھگت چکے ہوتے ہیں لیکن مالی استطاعت نہ رکھنے کی وجہ سے جرمانہ کی رقم ادا نہ کر سکنے کی بنا پر قید کی صعوبت برداشت کر رہے ہوتے ہیں۔

چنانچہ مجلس انصار اللہ پاکستان کو 2014ء سے 2021ء تک 437000روپے جرمانہ ادا کرنے کے بعد 270 نادار قیدیوں کو رہا کروانے کی توفیق ملی۔گذشتہ سال 2021ء میں ایسے قیدیوں کے لیے جرمانہ کی مد میں ادا کی جانے والی رقم مبلغ چار لاکھ سینتیس ہزار روپے تھی۔ رمضان المبارک اور دیگر مواقع پر جیلوں میں قیدیوں کو راشن، سوٹ اور نقد رقم کی تقسیم اس کے علاوہ ہے۔

مستحقین کی مالی امداد

مستحقین کی مالی امداد خدمتِ انسانیت کا ایک بہت بڑا ذریعہ اور طریق ہے۔ چنانچہ ممبران انصار اللہ اس معاملہ میں بھی خدمتِ خلق کے میدان میں پیچھے نہیں رہتے۔ 2006ء تا 2021ء مجلس انصار اللہ پاکستان کے ممبران نے بفضلہٖ تعالیٰ مبلغ دس کروڑ انتیس لاکھ روپے سے زائد نقد رقم کے ذریعہ مستحقین کی مالی مدد کی توفیق پائی۔

عطیۂ چشم

مجلس انصار اللہ پاکستان انصار بھائیوں کو تحریک کر کے عطیہ چشم فارمز پُر کرواتی ہے۔ تا بعد از وفات کارنیا عطیہ کیا جائے۔ چنانچہ سال 2013ء تا 2021ء مجلس انصار اللہ پاکستان کے تحت 3100انصار بھائیوں نے آنکھوں کا کارنیا donate کرنے کی توفیق حاصل کی۔

عطیۂ خون

آنکھوں کا عطیہ بھی خدمتِ انسانیت کا ایک بہت بڑا ذریعہ اور اہم طریق ہے۔ 2013ء تا 2021ء پاکستان بھر کے 4558انصار بھائیوں نے خون عطیہ دینے کی توفیق پائی۔

زلزلوں کی ناگہانی آفات کے متاثرین کی امداد

8اکتوبر 2005ء کو پاکستان اور آزاد کشمیر میں ایک ہولناک زلزلہ آیا جس میں لاکھوں افراد جاں بحق ہوئے۔لاکھوں زخمی ہوئے، کروڑوں روپے کی جائیدادیں تہ و بالا ہوگئیں۔ کئی آبادیوں کے نام و نشان مٹ گئے اور عظیم الشان عمارتیں کھنڈرات میں تبدیل ہوگئیں۔ ایک قیامتِ صغریٰ برپا ہوگئی۔اس تکلیف دہ صورتحال میں جماعتِ احمدیہ پاکستان نے کشمیر میں متاثرین کی امداد و بحالی کا کام شروع کیا اور اس ضمن میں مجلس انصار اللہ پاکستان کے ذمہ باغ کا علاقہ لگایا گیا۔

12/اکتوبر 2005ء کو مجلس انصار اللہ کی ٹیم باغ آزاد کشمیر پہنچی۔ صورتحال انتہائی تکلیف دہ تھی۔ بارش اور آفٹر شاکس کا سلسلہ جاری تھا کیمپ لگانے کے لیے جگہ میسر نہ تھی۔ بالآخر کافی تگ و دو کے بعد ایک پہاڑی کے دامن میں سڑک کے کنارے، فوجی بیس کے بالکل ساتھ اس ٹیم نے اپنا کیمپ لگادیا اور کام شروع کیا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے فوجی بیس کے ساتھ ہونے کی وجہ سے گرم پانی اور دیگر بہت سی سہولیات میسر آگئیں۔فوجی بیس کی مسجد جو زلزلہ سے گر گئی تھی، اس کو ادویات کا اسٹور بنادیا گیا۔ ڈاکٹرز کی ایک ٹیم انگلستان سے آگئی جو ایک ماہ رہی۔ ائیر بیس کیمپ بھی کسی قدر مل گیا۔جس سے کام میں اور سہولتیں ہوگئیں۔ لاہور سے ایک ایمبولینس بھی اس خدمت میں شامل ہونے کے لئے پہنچ گئی۔ یکم اپریل 2006ء تک یعنی قریباً چھ ماہ مسلسل زلزلہ زدہ وسیع علاقوں میں خدمت کی توفیق ملی۔ اس موقع پر متاثرین زلزلہ کی امداد میں مجلس انصار اللہ کو چار لاکھ دو بقیہ صفحہ 12 پر

ایک سبق آموز بات

اخلاق کا تقاضا ہے کہ جب کوئی آپ سے بات کرے تو آپ اس کی طرف متوجہ ہوں۔ اللہ نے بھی قرآن شریف میں اپنے بارے میں یہ فرمایا ہے کہ وہ پکارنے والے کی پکار سنتا ہے۔ کسی کی طرف مکمل متوجہ ہوئے بغیر نہ آپ کو اس کی کوئی بات صحیح سے سمجھ آسکتی ہے اور نہ ہی آپ اس کی کسی معاملے میں مدد اور راہنمائی کر سکتے ہیں۔

طاہر احمد۔ نمائندہ الفضل آن لائن فن لینڈ

فقہی کارنر

بیوہ کا نکاح

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

بیوہ کا نکاح کا حکم اسی طرح ہے جس طرح کہ باکرہ کے نکاح کا حکم ہے۔ چونکہ بعض قومیں بیوہ عورت کا نکاح خلاف عزت خیال کرتے ہیں اور یہ بد رسم بہت پھیلی ہوئی ہے اس واسطے بیوہ کے نکاح کے واسطے حکم ہے لیکن اس کے یہ معنی نہیں کہ ہر بیوہ کا نکاح کیا جائے۔ نکاح تو اسی کا ہوگا جو نکاح کے لائق ہے اور جس کے واسطے نکاح ضروری ہے۔ بعض عورتیں بوڑھی ہو کر بیوہ ہو جاتی ہیں۔ بعض کے متعلق دوسرے حالات ایسے ہوتے ہیں کہ وہ نکاح کے لائق نہیں ہوتیں۔ مثلاً کسی کو ایسا مرض لاحق حال ہے کہ وہ نکاح ہی نہیں یا ایک بیوہ کافی اولاد اور تعلقات کی وجہ سے ایسی حالت میں ہے کہ اس کا دل پسند ہی نہیں کر سکتا کہ وہ اب دوسرا خاوند کرے۔ ایسی صورتوں میں مجبوری نہیں کہ عورت کو خواہ مخواہ جکڑ کر خاوند کرایا جاوے۔ ہاں اس بد رسم کو مٹا دینا چاہئے کہ بیوہ عورت کو ساری عمر بغیر خاوند کے جبراً رکھا جاتا ہے۔

(اخبار بدر نمبر 41 جلد 6 مؤرخہ 10/ اکتوبر 1907ء صفحہ 11)

(داؤد احمد عابد۔ استاد جامعہ احمدیہ برطانیہ)

طلوع و غروب آفتاب

8/اگست 2022ء	طلوع فجر	غروب آفتاب
مکہ مکرمہ	04:35	18:56
مدینہ منورہ	04:29	19:01
قادیان	04:18	19:19
ربوہ	03:58	18:59
اسلام آباد ٹلفورڈ	04:09	20:38